هو المعین

معین الحکمت

مرتبہ

مفتی محمود حسن

مطبوعہ
انتظامی پریس حیدرآباد دکن

باسمہٖ سبحانہٗ

سببِ تالیف

حکمت و فلسفہ قدیم کے پڑھنے والوں کو اس فن میں بہت سی مشکلات سے سابقہ پڑتا ہے۔
پہلا اور سب سے بڑا اشکال اس فن کے نئے اور اجنبی محاورات و اصطلاحات اور ان کی پر پیچ تعریفات ہیں۔ ہر مبحث کے شروع میں مبتدیوں کے سامنے جب غیر مانوس الفاظ و مضامین اور اجنبی محاورات و اصطلاحات آتے ہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ابتدا ہی سے طلبہ اس فن سے مایوس ہو کر یا تو بالکل پڑھنا چھوڑ دیتے ہیں یا پھر برائے نام جماعت میں محض حاضری کے لیے بیٹھ جاتے ہیں۔
لہٰذا اس فن کی تعلیم دیتے ہوئے سب سے پہلے طالب علم کو اس کی اصطلاحات و محاورات سے واقفیت بہم پہنچانا نہایت ضروری ہے۔

دوسرا اشکال یہ پیش آتا ہے کہ مبتدی اس فن کے متعلق سراسر خالی الذہن ہوتا ہے۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ حکمۃ و فلسفہ کیا چیز ہے، اس میں کیا بیان ہوتا ہے اور اس کی غرض و غایۃ کیا ہے۔ اور اس کی مثال اس شخص کی طرح ہوتی ہے جس کو کسی غیر مانوس گھر میں کسی مجہول چیز کی تلاش کے لیے داخل کر دیا جائے۔ ایسی صورت میں وہ شخص اس کے سوا کچھ نہیں کر سکتا کہ اس کو جہاں کھڑا کیا گیا ہے وہیں کھڑا رہے لہذا مبتدی کو سب سے پہلے فن کی تعریف، اُس کا موضوع، اس کی غرض و غایۃ اور اس کی اجمالی تقسیم وغیرہ ضروری امور کا ذہن نشین کرانا نہایت ضروری ہے۔

تیسرا اشکال یہ ہوتا ہے کہ مبتدی کو شروع ہی میں فن کے مشکل مقاصد و دلائل سے سابقہ پڑتا ہے حالانکہ وہ اس وقت قطعاً یہ نہیں جانتا کہ یہ دعوے اور دلائل کس کی جانب سے ہیں اور کس کے مقابلے میں پیش کیے جا رہے ہیں اور ان سے حاصل کیا ہے؟ بحث کرنے والے فریقین میں ہمارا موافق کون ہے اور مخالف کون؟ اور فریقین میں باعث اختلاف

کیا ہے ؟ اور اس وقت مبتدی کی مثال ایک ایسے شخص کی ہوتی ہے جس کو اچانک ایک ایسے خونریز معرکہ میں دھکیل دیا جائے جس میں نہ اپنے اور پرائے کی تمیز ہو اور نہ وجہ مخاصمت کا اسے کوئی علم ہو۔

لہذا مبتدی کو سب سے پہلے فن کے مقاصد و مباحث اور اُن میں اختلاف مذاہب کا ایک اجمالی خاکہ ذہن نشین کرانا چاہیے تاکہ مباحث فن میں جانبین کے مقاصد اور دلائل کے سمجھنے میں اس کو کسی قسم کی دِقت نہ پیش آئے۔

چوتھی ضرورت سلسلۂ تسہیلات معینی کی تکمیل تھی۔ یعنی عرصہ سے میں نے اپنی تعلیمی خدمات کے سلسلہ میں اس امر کو محسوس کیا کہ درسیات سے فراغت کے بعد بہت سے ایسے طلبہ پائے جاتے ہیں جو فنون کی اصطلاحات تک سے ناواقف رہتے ہیں اور اکثر مدارس کے اساتذہ کو بھی اس کا احساس ہے۔ اور وہ طلبہ کی اس خامی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے امتحان کے پرچوں میں عموماً ایسے ہی اصطلاحی سوالات لاتے ہیں جن سے اکثر طلبہ نابلد ہوتے ہیں۔ آخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں

پانچواں اور سب سے اہم سبب علم عقائد کی درسی کتابوں کی مشکلات سے طلبہ کو بچانا اور ان کے لیے

زیادہ سے زیادہ سہولت مہیا کرنا تھا۔ کیونکہ علم عقائد کی موجودہ درسی کتابوں میں فلسفیانہ اصطلاحات و دلائل کثرت پائے جاتے ہیں جن سے ناواقفیت کی بنا پر اکثر طلبہ عقائد جیسے اہم اور ضروری فن سے محروم رہ جاتے ہیں۔

مذکورہ ضرورتوں کے پیش نظر سلسلۂ تسہیلات معینی میں چوتھے نمبر پر یہ کتاب لکھی گئی۔ اور "معین العقائد" ہیں، جو اس سلسلہ کی تیسری کڑی ہے، ان فلسفیانہ اصطلاحات و دلائل کا تذکرہ چھیڑا ہی نہیں گیا تاکہ مبتدیوں کے لیے یہ اجنبی اصطلاحات اصل مقصد کے حصول سے مانع نہ ہو جائیں۔

معین الحکمۃ کی تالیف میں ایک ایسا جدید طریقہ اختیار کیا گیا ہے جس سے ایک طرف طلبہ کو فن کے مبادی و اصطلاحات اور ضروری مباحث سے واقفیت حاصل ہو جائے گی اور دوسری طرف حکماء اور متکلمین کے درمیان وجہ اختلاف اور مابہ النزاع امور کے متعلق ایسا نقشہ ذہن نشیں ہو جائے گا جس کی مدد سے آگے چل کر عقائد اور فلسفیانہ مباحث اور جانبین کے دلائل سمجھنے میں کسی قسم کی دقت پیش نہیں آئے گی۔

ترتیب مضامین کے متعلق سب سے بڑی مشکل جو پیش

آئی وہ یہ بھی کہ اس فن کے مضامین ایک دوسرے سے
ایسے مربوط ہیں کہ فن کے ہر مبحث کو ذہن نشین کرنے کے
لیے پہلے دوسرے مبحث کی اصطلاحات سے واقفیت
ضروری ہوتی ہے۔ اور اس کا اہتمام آج تک کسی کتاب
میں کیا نہیں گیا۔ جسکی وجہ سے طلبہ کو تحصیل فن میں بے حد
مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس
فن کی ترتیب مضامین میں حکماء کا پہلے سے اختلاف چلا
آرہا ہے۔

میں نے انتہائی غور و خوض کے بعد جس ترتیب کو
مبتدیوں کے لیے زیادہ مفید پایا ہے اُس کے مطابق
اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ پہلے حصے کو
"مبادی الحکمۃ" اور دوسرے کو "مقاصد الحکمۃ" کے نام سے
موسوم کیا ہے۔ میں سر دست پہلے حصہ کو اساتذۂ کرام اور
عزیز طلبہ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس کے بعد موفق
حقیقی جب توفیق دے گا تو دوسرا حصہ بھی حسب توفیق پیش
کیا جائے گا۔

مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم کو ملحوظ رکھتے ہوئے
مسائل و اصطلاحات تو اُسی فلسفۂ قدیم کے رکھے گئے
ہیں مگر بعض مقامات پر مثلاً مباحث فلکیات میں فلسفہ

جدید سے بھی تعارف کرایا گیا ہے۔ تاکہ سرکاری مدارس کے طلبہ بھی اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

چونکہ اس سلسلہ کی ہر کتاب میں اسی بات کا خاص طور پر لحاظ رکھا گیا ہے کہ مبتدیوں کو محض فنون کی اصطلاحات و محاورات سے روشناس کرایا جائے اس لیے مشکل مباحث اور پیچیدہ دلائل سے ہر کتاب کو پاک رکھا گیا ہے۔

پہلے حصے کا نام مبادی الحکمۃ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس میں مقدمۂ فن کے علاوہ مقاصد فن کی بہت سی اصطلاحات و مبادی اور ان کی تعریفات درج کی گئی ہیں جن کے حفظ کرنے سے ایک طرف تو فن کی تحصیل میں مدد ملے گی۔ اور دوسری طرف وہ امتحانات میں بہترین معاون ثابت ہوں گے۔

غرض میں نے اپنی بے بضاعتی کے باوجود حسب استطاعت کتاب کو ہر طرح مکمل اور مفید بنانے میں پوری سعی کی ہے تاہم ماہرین تعلیمات اگر اس میں کوئی خامی یا اضافہ و ترمیم کی گنجائش پائیں تو اپنی گرانقدر رائے سے مجھے مطلع فرمائیں، تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسے سامنے رکھا جائے۔ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ۔ فقط۔

محمود حسن غفرلہٗ

باسمہ سبحانہ　　　　　　　　　　حامداً ومصلیاً

مبادیٔ الحکمت

حکماء اور ان کی قسمیں

دنیا میں بے شمار حکماء مختلف خیالات ونظریات لے کر آئے جن کو باعتبار تعلیم اور باعتبار اتباع دینِ الٰہی کے ہم مندرجۂ ذیل چار قسموں میں تقسیم کرتے ہیں:۔

حکماء متکلمین :۔ مقصد: عقلاً ونقلاً تحقیق عقائد اسلامی۔ تعلیم: تحریر وتقریر۔ تابع دینِ الٰہی۔

حکماء مشائیہ :۔ مقصد: عقلاً تحقیق موجودات۔ تعلیم: تحریر وتقریر۔ غیر تابع دینِ الٰہی۔

صوفیہ :۔ مقصد: شرعاً تزکیۂ نفس وارتقاء روحانی

تعلیم : اشراق و مراقبہ۔ تابع دینِ الٰہی۔

اشراقیین :۔ مقصد : عقلاً تزکیۂ نفس و ارتقائے روحانی۔

تعلیم : اشراق و مراقبہ۔ غیر تابع دینِ الٰہی۔

ان حکماء میں سے صوفیہ اور اشراقیین چونکہ ایک ایسی تارک الدنیا، گوشہ نشین، رہبان اور درویشوں کی جماعت تھی کہ جن کی تعلیم عام تمدنِ انسانی اور قیامِ نظامِ عالم کے لیے موزوں نہ تھی، اس لیے متمدن دنیا میں ترقی پسند حکماء کی صرف دو ہی جماعتیں رہ گئیں۔

اول حکمائے مشائیہ، جو محض عقل اور تجربات کی روشنی میں تحریر، تقریر اور استدلال کے ذریعہ سے موجوداتِ واقعیہ سے بحث کرتے ہیں۔ [1]

دوم حکمائے متکلمین جو تعلیماتِ اسلامیہ کی روشنی میں موجوداتِ واقعیہ کے متعلق تحریر و تقریر اور استدلال کے ذریعہ اسلامی عقائد و نظریات سے بحث کرتے ہیں۔

---

[1] موجودہ یورپ، امریکہ، روسیہ وغیرہ کے حکماء اور فلاسفر اسی جماعت مشائیہ کے لوگ ہیں۔ کیونکہ یہ بھی محض عقل و تجربات ہی کی روشنی میں تحقیقاتِ موجودات اور ان کی خصوصیات کے انکشافات میں لگے رہتے ہیں ۱۲ منہ۔

تعلیمات اسلامیہ میں فلسفۂ قدیم کا داخلہ

اِن حکماء میں سے قدیم یونانی حکمائے مشائیہ نے حکمت کی تدوین و اشاعت میں قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔ اور اپنے زمانے کے لحاظ سے اس کے ہر ایک شعبہ کو انتہائی عروج دیا۔ زمانۂ عروج اسلام میں جب کہ اسلامی سلاطین نے جملہ علوم و فنون کو تراجم کے ذریعہ سے عربی میں منتقل کرنے کا اہتمام کیا تو اجنبی فنون میں سے حکمت یونانی بھی عربی میں منتقل ہوئی۔

عربی میں آنے کے بعد علمائے اسلام نے اس فن کی چند چیزیں جاذبِ نظر پائیں۔ مثلاً طرزِ بیان کی ندرت، طریقۂ استدلال کی متانت، اور سب سے بڑھ کر مسئلۂ توحیدِ الٰہی اور مسئلۂ ذات و صفات، اور اُخروی جزاء و سزا کے نظریہ میں تقریباً اسلامی نقطۂ نظر کی مساعدت۔ اِن امور کی وجہ سے علمائے اسلام فلسفۂ یونانی کے پڑھنے پڑھانے کی جانب مائل ہو گئے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس فن کو تقریر و تحریر اور تدریس و تالیف کے ذریعہ اتنی ترقی دی کہ یونانیوں سے بھی کئی قدم آگے بڑھ گئے رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ فلسفہ کی کتابوں میں اسلامی

امثلہ واصطلاحات اور محاورات و دلائل لانے لگے اور اسلامی کتابوں میں فلسفہ کی امثلہ و اصطلاحات اور محاورات و دلائل استعمال کرنے لگے اور اس طرح یونانی فلسفہ تعلیماتِ اسلامیہ میں ایسا داخل ہو کر مخلوط ہوا جیسے آٹے میں نمک، یا ترکاری میں زہر مخلوط کر دیا جائے۔

مسلمانوں کو فلسفہ کے زہریلے اثر کا احساس

اسلامی نصابِ تعلیم میں فلسفۂ یونان کے داخلہ سے اسلام کو جو سب سے بڑا نقصان پہنچا وہ اسلام میں گمراہ فرقوں کا ظہور تھا، جنھوں نے فلسفۂ یونان کو نصوصِ شرعیہ سے بھی زیادہ وقعت دی اور جہاں نصوصِ شرعیہ یونانی فلسفہ کے مخالف نظر آئیں تو ان کو یا تو سرے سے نظر انداز کر گئے، یا پھر فلسفۂ یونانی کے مطابق ان کی تاویلیں کرنے لگے۔ اور اس طرح تعلیماتِ اسلامیہ کے خلاف ان گمراہوں نے کئی منظم جماعتیں قائم کر لیں۔ اِدھر دیگر مخالفینِ اسلام نے بھی جب یونانی فلسفہ کے متعلق مسلمانوں میں یہ رجحان دیکھا تو انھوں نے انھی یونانی نظریات و دلائل کو اسلامی عقائد و نظریات کے خلاف استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اور ایسے عقائد اُن کی روشنی

میں ثابت کرنے لگے جو اسلامی عقائد کی ضد تھے۔

اب مسلمانوں کو فلسفۂ یونانی کا زہریلا اثر محسوس ہونے لگا۔ مگر یہ احساس بعد از وقت تھا۔ کیونکہ وہ تعلیمات اسلامیہ کا جز بن کر اس نوالے کی طرح گلے میں اٹک گیا تھا کہ جس کا نہ نگلنا ممکن ہو نہ اُگلنا۔

اس کے بعد علمائے اسلامیہ نے مجبور ہو کر یہ صورت اختیار کی کہ:۔

ایک طرف تو حکمائے مشائیہ کے ان اصولوں اور نظریات کی تردید شروع کی جو عقائدِ اسلامیہ کو ضرر پہنچانے والے تھے۔ اور فلاسفۂ قدیم کی تردید میں اُنھوں نے بکثرت چھوٹی بڑی کتابیں اور رسالے لکھے۔

اور دوسری طرف صحیح عقائدِ اسلامیہ کو جمع کرکے ان کو اس طریقے سے مرتب کیا کہ جس سے نظریاتِ مشائیہ کی تردید کے ساتھ ساتھ اُن گمراہ مسلم فرقوں کی تردید بھی ہو جائے جنھوں نے صحیح عقائد اسلامیہ کے مقابلے میں محض اپنی خواہشات اور قیاساتِ عقلیہ کی پیروی کرتے ہوئے نئے نئے غلط مذاہب کھڑے کیے تھے۔

چنانچہ اِس دَور میں آکر اسلامی عقائد کی کتابیں ایک گونہ علمِ مناظرہ کی کتابیں بن گئیں۔ جن میں ایک طرف اسلام

کے حکمائے متکلمین ہیں جو اسلامی عقائد کی تحقیق کے ساتھ مخالفین کے اعتراضات کی مدافعت میں مصروف ہیں اور دوسری جانب حکمائے مشائیہ اور مسلم گمراہ فرقے، جو عقلی ہتھیاروں سے اسلامی عقائد پر حملوں کی تدبیریں نکالنے میں مصروف نظر آتے ہیں۔

یہ تھے وہ واقعات و اسباب جن کی وجہ سے حکماء مشائیہ اور متکلمین دو متحارب فریق بن گئے۔ اور ان کے بعد آنے والے حکماء میں سے بھی جن کا نظریہ مشائیہ کے موافق ہوا وہ مشائیہ سے مل کر، اور جس کا نظریہ متکلمین کے موافق ہوا وہ متکلمین سے مل کر اس محاربہ میں شریک ہوتا گیا۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ وہ یونانی حلوائی تو عرصہ ہوا رخصت ہو چکے مگر ان کی لگائی ہوئی شیرہ کی انگلی پر آج تک فلاسفہ اور حکماء آپس میں دست و گریباں ہو رہے ہیں۔

حکمت اور اس کی تقسیم

عزیزو! اس فن کا مقدمہ، مبادی، ضروری محاورات و اصطلاحات اور ان کی تعریفات تو اسی حصہ اول کے آخر میں بیان کیے جائیں گے جن کے یاد کرنے سے

تم اس فن کے متعلق ایک اجمالی خاکہ ذہن نشین کرسکو گے یہاں تو ہمیں تم کو حکمت اور اس کی اقسام سے روشناس کرانا ہے، تاکہ تم فن کے متعلق اپنا موقف معلوم کرسکو، کہ اب تک تم نے حکمت سے کیا حاصل کیا ہے اور آئندہ کیا حاصل کرنا باقی ہے۔

سب سے پہلے یہ یاد کرلو کہ حکمت موجوداتِ واقعیہ کے واقعی حالات کا نام ہے۔ یعنی عالمِ ہستی کے تمام موجودات کی اُن تمام صفات و حالات کا جاننا کہ جو واقع میں اُن موجودات کے حالات و صفات ہیں۔

اب تم غور کرو، کہ عالمِ ہستی میں یہ جواہر، یہ اعراض، یہ اجسام۔ نیز ان کے علاوہ انسان کے دینی اور دُنیوی اقوال، افعال، حرکات، سکنات وغیرہ کس قدر بے شمار موجودات پائے جاتے ہیں۔ پھر ہر موجود کے ساتھ کس قدر صفات و حالات لگے ہوئے ہیں۔ اور حکمت کے لیے اُن سب کا جاننا ضروری ہے۔ تو ایک انسان کو اگر عمرِ نوح بھی نصیب ہو جائے اور پوری عمر میں ان جملہ حالات کے حاصل کرنے کے لیے جد و جہد جاری بھی رکھے تب بھی حکیم کا معزز لقب نہیں پا سکتا۔ مگر انسان اپنی طاقت کے مطابق ہی مکلف کیا گیا ہے۔ اس لیے ایک متوسط فہم کا

انسان جو اپنی انتہائی سعی و کوشش سے ان میں سے جتنے حالات کو جان سکتا ہے، اگر وہ اتنے حالات سے واقفیت حاصل کرلے گا تو وہ حکیم کہلائے گا۔ پس حکمت کی صحیح تعریف یہ ہوئی کہ، متوسط انسانوں کی انتہائی طاقت کے مطابق جملہ موجوداتِ واقعیہ کے واقعی حالات جاننا۔

حکمت کی تعریف معلوم ہو جانے کے بعد اب اُس کی اقسام جاننے کے لیے بطورِ تمہید یہ ذہن نشین کرلو کہ قدرت نے انسان کو دو امتیازی قوتیں عطا فرمائی ہیں۔ ایک قوتِ علم، یعنی جاننے کی قوت۔ اور دوسری قوتِ عمل، یعنی کسب اور کام کرنے کی قوت۔ انہی ہر دو قوتوں کی تکمیل کے لیے انسان تحصیلِ حکمت کا محتاج ہے۔ یعنی پہلے اپنی قوۃ علمی کی تکمیل کی غرض سے جملہ موجوداتِ واقعیہ کے تمام حالاتِ واقعیہ سے واقفیت پیدا کرنا۔ پھر ان میں سے جن کے موجود اور معدوم کرنے پر وہ قادر ہوں ان کو اپنی قوتِ عملی کی تکمیل کی غرض سے موجود یا معدوم کرنا۔

اس لحاظ سے تمام موجودات کی دو قسمیں سمجھو۔ اوّل وہ موجودات جن کا وجود ہماری قدرت میں ہے۔ جیسے کہ دنیا کے تمام مصنوعاتِ انسانی ہیں۔ دوسرے وہ جن کا وجود ہماری قدرت و اختیار سے باہر ہے۔ جیسے یہ زمین،

آسمان اور سارے قدرتی کائنات تو جن موجودات کا وجود ہماری قدرت اور اختیار میں ہے، اُن کے حالات سے بحث کرنے کو حکمت عملی کہتے ہیں اور جن کا وجود ہماری قدرت اور اختیار میں نہیں ہے ان کے حالات سے بحث کرنے کو حکمتِ نظری۔

حکمتِ نظری کی تحصیل سے غرض محض اپنی قوتِ علمی کی تکمیل ہوتی ہے اور حکمتِ عملی سے قوتِ علمی کی تکمیل کے ساتھ اپنے دینی یا دنیوی مفاد کے لیے اس پر عمل کرنا بھی مقصود ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر جیسے جغرافیہ میں ہم مختلف ممالک، اور پہاڑوں اور دریاؤں وغیرہ کے حالات اس لیے نہیں پڑھتے کہ ان کے اندر ہم کسی قسم کا تغیر و تبدل کریں۔ یا علم ہیئت اس لیے نہیں پڑھتے کہ آسمانوں کی اشکال و حرکات میں کچھ ردو بدل کریں بلکہ ان کی تحصیل سے ہمارا مقصود محض اپنی معلومات کو بڑھانا اور قوتِ علمی کو تقویت پہنچانا ہوتا ہے۔ اور علوم دینیہ جیسے فقہ، حدیث وغیرہ یا علوم دنیویہ، جیسے فنون صنعت و حرفت اس غرض سے پڑھتے ہیں کہ پہلے ان کو سمجھیں اور پھر دینی، دنیوی فائدہ کے لیے ان پر عمل کریں۔

یہ بھی یاد رکھو کہ ایک شئے کے کئی وجود ہوتے ہیں

مثلاً زید، کتاب میں لکھا جاتا ہے، زبان سے بولا جاتا ہے، اور ذہنوں میں تصور کیا جاتا ہے۔ پس زید کا ایک وجود تحریری ہوا۔ ایک زبان میں۔ ایک ذہن میں۔ اور ایک وجود اس کا وہ ہوا جس سے وہ ہمارے سامنے فی الحقیقت موجود نظر آتا ہے۔ اسی طرح سارے موجودات کو سمجھو۔

اب ان موجودات میں بعض تو ایسے ہیں جو نہ اپنے وجود ذہنی میں کسی خاص مادّے کے محتاج ہیں اور نہ وجود خارجی میں۔ جیسے واجب الوجود، عقول، نفوس اور فرشتے جو نہ اپنے وجود ذہنی میں کسی لکڑی، پتھر، پیتل، تانبے وغیرہ خاص مادّے کے محتاج ہیں اور نہ وجود خارجی و واقعی میں۔

اور بعض ایسے ہیں جو دونوں وجودوں میں کسی مخصوص مادے کی طرف محتاج ہوتے ہیں۔ جیسے زمین، آسمان، آب، ہوا، آتش اور جملہ حیوانات و نباتات، کہ ذہنی اور خارجی دونوں وجودوں میں اپنے اپنے مخصوص مواد کی طرف محتاج ہیں۔ یعنی انسان اگر خارج میں پایا جائے گا تو گوشت پوست، ہڈیوں کی مخصوص مادیت اور تشکل میں پایا جائے گا، اور اگر ذہن میں تصور کیا جائے گا تو بھی اسی خاص مادیت اور تشکل میں تصور کیا جائے گا۔ اور ایسا نہیں ہے کہ

جب اسکو تصور کیا جائے تو وہ اپنے خارجی وجود کے برخلاف کسی اور مادہ مثلاً آگ یا پتھر یا لکڑی کی مادہ میں تصور کیا جائے گا۔

اور بعض ایسے ہیں کہ وجود ذہنی میں تو کسی خاص مادے پر موقوف نہیں مگر وجود خارجی میں کسی نہ کسی مخصوص مادے کے محتاج ہوتے ہیں۔ جیسے حسابی اعداد یا علم ہندسہ وہیئت کی کُروی، بیضوی، مکعب، مثلث، مخمس، مسدس اشکال، کہ جو ذہن میں تو بلا کسی مخصوص مادے کے مطلقًا متصور ہوتے ہیں، لیکن اپنے وجود خارجی میں لکڑی، پتھر، پیتل، تانبے وغیرہ مخصوص مادوں کی طرف محتاج ہوتے ہیں۔

پس موجودات عالم میں سے جو اپنے دونوں وجودوں میں کسی مادے کے محتاج نہیں، ان کے حالات سے بحث کرنے والے علم کو حکمتِ الٰہی یا فلسفۂ اُولیٰ کہتے ہیں جو دونوں وجودوں میں کسی خاص مادے کے محتاج ہوتے ہیں ان کے حالات سے بحث کرنے والے علم کو حکمتِ طبعی کہتے ہیں۔

اور جو وجودِ ذہنی میں تو کسی خاص مادے کے محتاج نہ ہوں مگر وجودِ خارجی میں محتاج ہوں، ان کے حالات سے

بحث کرنے والے علم کو حکمتِ ریاضی کہتے ہیں۔

پھر ان میں سے ہر ایک کی کئی کئی قسمیں ہیں جن کو ملا کر حکمت کی بہت سی اقسام ہو جاتی ہیں۔ اب ہم ان سب کو تمھاری سہولت کے لیے ذیل میں ترتیب وار لکھتے ہیں، تاکہ تم ان کو خوب سمجھ کر یاد کر لو۔

حکمت اور اس کی اقسام کی تعریفات

حکمۃ:- متوسط انسانوں کی انتہائی طاقت کے مطابق تمام موجوداتِ واقعیہ کے جملہ واقعی حالات جاننا۔

حکمت کی دو قسمیں ہیں۔ حکمتِ نظری اور حکمتِ عملی۔

حکمۃ نظری:- ایسے موجودات سے بحث کرنے والا علم کہ جن کا وجود ہمارے اختیار میں نہ ہو۔ مثلاً زمین، آسمان، اور تمام قدرتی اشیاء۔

حکمۃ عملی:- ایسے موجودات کے حالات سے بحث کرنے والا علم کہ جن کا وجود ہمارے اختیار اور قدرت میں ہو۔ جیسے فقہ، اخلاق یا علومِ صنعت و حرفت۔

حکمتِ عملی کی اقسام تین ہیں:- تہذیب الاخلاق۔ تدبیر المنزل۔ اور سیاستہ المدنیہ۔

تہذیب الاخلاق :- وہ علوم جو ہر شخص کی ذاتی (دینی یا دنیوی) اصلاح سے تعلق رکھتے ہیں۔ جیسے علوم دینیہ یا علوم صنعت و حرفت۔

تدبیر المنزل :- وہ علوم جو ایک گھر میں رہنے والوں کی اجتماعی زندگی کی اصلاح کے متعلق ہوں۔ جیسے امور خانہ داری اور حقوق رشتہ داری وغیرہ۔

سیاست المدنیہ :- وہ علوم کہ جو ایک شہر یا ملک میں رہنے والوں کی اجتماعی زندگی کی اصلاح کے متعلق ہوں۔ جیسے راعی و رعایا کے حقوق وغیرہ۔

حکمت نظری کی اقسام بہت ہیں، جن میں سے یہ چار زیادہ مشہور ہیں۔ منطق۔ ریاضی۔ طبعی۔ الٰہی۔

منطق :- ایک ایسا قانونی آلہ ہے کہ جس کو ملحوظ رکھتے ہوئے انسان فکری غلطیوں سے محفوظ رہتا ہے۔

ریاضی :- ایسے امور سے بحث کرنے والا علم کہ وجود خارجی میں تو کسی خاص مادے کے

محتاج ہوں مگر وجود ذہنی میں نہیں۔ جیسے حسابی اعداد یا کروی وبیضوی وغیرہ اشکال

طبعی :۔ ایسے امور سے بحث کرنے والا علم کہ جو دونوں وجودوں میں کسی خاص مادے کے محتاج ہوں۔ جیسے زمین، آسمان، عناصر حیوانات، نباتات وغیرہ۔

الٰہی :۔ ایسے امور سے بحث کرنے والا علم کہ جو دونوں وجودوں میں کسی مخصوص مادّے کے محتاج نہ ہوں۔ جیسے واجب الوجود، عقول، نفوس انسانی یا فلکی۔

حکمت ریاضی کی اقسام بہت ہیں۔ لیکن ان میں سے یہ چار زیادہ مشہور ہیں: حساب۔ ہندسہ۔ ہیئت۔ موسیقی۔

حساب :۔ وہ علم ہے کہ جس میں کم منفصل (اعداد) کے حالات سے بحث کی جاتی ہے۔

ہندسہ :۔ وہ علم ہے کہ جس میں کم متصل (جسم تعلیمی) کے حالات سے بحث کی جاتی ہے۔

ھیئت :- وہ علم ہے کہ جس میں افلاک کے کم و کیف اور حرکات سے بحث کی جاتی ہے۔

موسیقی :- وہ علم ہے کہ جس میں آوازوں کی کیفیت ترکیبی سے بحث کی جاتی ہے۔

اس تفصیل سے تم کو معلوم ہوا کہ حکمت عملی کی تین اقسام ہیں، اور نظری کی چار۔ پھر صرف ریاضی کی چار اقسام ہیں۔ ان سب کو جمع کیا جائے تو حکمت کی کل اقسام بتفصیل ذیل دس ہو گئیں :-

حکمت عملی کی اقسام : تہذیب الاخلاق۔ تدبیر المنزل سیاست المدنیہ۔

حکمت نظری کی اقسام : حساب۔ ہندسہ۔ ہیئت۔ موسیقی۔ منطق۔ طبعی۔ الٰہی۔

اسلامی نصاب تعلیم میں حکمت کا تجزیہ

اوپر تم پڑھ چکے ہو کہ حکمت یونانی جب عربی میں منتقل ہوئی تو علمائے اسلام نے اس میں بعض ایسی خوبیاں پائیں کہ جن کی وجہ سے وہ اس کی تعلیم و تعلم کی طرف مائل ہو گئے۔ اور کچھ عرصہ کے بعد اس کی مقبولیت اتنی ترقی کر گئی

کہ مسلمانوں نے اس کو اپنے نصاب تعلیم کا جز بنا دیا۔
اب ان فنون کی تدریس و تالیف پر جو غور کیا تو معلوم ہوا
کہ حکمت عملی کی کل اقسام شریعت محمدی میں پوری تفصیل سے
بیان ہو چکی ہیں۔ جس کا پڑھنا تعلیمات اسلامیہ سے واقفیت
کے لیے ویسے بھی ہر مسلمان کے لیے ضروری تھا۔ اس لیے
حکمت کی تصانیف و تالیفات سے انھوں نے حکمت عملی
کو خارج کر دیا۔ اور حکمت نظری کی اقسام سے حکمت
ریاضی کو بھی اس لیے خارج کر دیا کہ اس کے اکثر مباحث
تخیلات پر مبنی تھے جن سے انسانی قوت عقلیہ کو تقویت
پہنچنے کی امید نہ تھی۔ نیز اس کے ضروری مباحث
ابتدائی تعلیم میں بچوں کو پڑھائے جاتے تھے۔ اس لیے
ان کے سامنے اعلیٰ تعلیم کے لیے فنون حکمیہ میں حکمت
نظری کے تین ہی فن رہ گئے۔ منطقیات۔ طبعیات اور
الٰہیات۔ ان میں سے منطقیات کے مباحث تم معین المنطق
میں پڑھ چکے ہو۔ اور طبعیات و الٰہیات کے مباحث
یہاں معین الحکمت میں پڑھ رہے ہو۔

حکماء مشائیہ اور متکلمین میں منشاء اختلاف

عزیز طلبہ، تم نے حکماء اور ان کی قسمیں پڑھ لیں اور

ہر ایک کا طریقہ تعلیم اور نظریہ بھی پڑھ لیا۔ اور تم کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حکماء مشائیہ اور متکلمین میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے جو عقائد و فلسفہ کی کتابوں میں قدم بہ قدم فریقین کے درمیان ان کے تصادم اور دلائل سے مقابلہ کرنے کی صورت میں صاف نظر آتا ہے۔

لیکن تمام فنون پڑھ کر فارغ ہونے پر بھی اکثر طلبہ اس عقدہ کو حل نہیں کر سکتے کہ فریقین میں نزاع کا باعث اصلی کیا شئے ہے۔ اور فی الحقیقت یہ مرحلہ ہے بھی مشکل ترین ہی مرحلہ۔

اب ہم تمھیں بتاتے ہیں کہ فریقین میں نزاع کا اصلی باعث ایجاد عالم کے بارے میں ان کے بنیادی نظریات کا اختلاف ہے۔ مشائیہ نے ایجاد عالم کے متعلق جو نظریہ قائم کیا ہے وہ اُس نظریہ کی ضد ہے جو متکلمین نے اس کے بارے میں قائم کیا ہے۔ اور اس اختلاف کو انھوں نے مذہبی حیثیت دے کر اس درجہ اہمیت کے ساتھ اختیار کیا ہے کہ جس میں کسی قسم کی ترمیم منظور کرنے کے لیے وہ ہرگز تیار نہیں ہیں۔

اب اس مسئلہ کے اشکال پر بھی غور کیجیے کہ طرفین کے مختار نزاع کا جاننا ایجاد عالم کے متعلق فریقین کے اختلافی

نظریات کے جاننے پر موقوف۔ اور اختلاف نظریات کا
جاننا فن طبعیات والٰہیات کی اصطلاحات اور مسلمات کے
جاننے پر موقوف۔ اور فن طبعیات والٰہیات کا جاننا
ان کے مقدمات و مبادیات کے جاننے پر موقوف۔
غرض نصاب مروجہ کا یہ ایک ایسا دوری چکّر ہے جس میں
پڑکر طلبہ فن کی اصلی اغراض سے محروم رہ جاتے ہیں۔
اسی اشکال کے دور کرنے کے لیے سلسلہ تسہیلات
معینی میں قدیم طرز تعلیم کی کوری تقلید سے بچتے ہوئے اس
امر کا خاص لحاظ رکھا ہے کہ طلبہ سہل ترین راہ سے فنون
کی اصطلاحات و اغراض کا علم حاصل کریں۔ لہذا یہاں
فریقین کے منشار نزاع کو معلوم کرنے کی غرض سے پہلے
بطور تمہید طبعیات والٰہیات کے چند مسلمات مشائیہ لکھے
جاتے ہیں۔ تاکہ فریقین کی مخاصمت کا منشاء اصلی معلوم ہو جائے
اور اسی کے ساتھ ساتھ عقائد و فلسفہ کے بہت سے مباحث
میں بھی تم کو اس سے مدد مل سکے۔

مُسلّماتِ قدماءِ مشائیہ

ہیئت طبعیات کے متعلق:-

جس زمین پر ہم رہتے ہیں یہ تقریباً گول ہے۔ اس کے

تین چو تھائی حصّے پر پانی محیط ہے۔ اور ایک چوتھائی سے کچھ زیادہ حصہ پانی سے باہر خشک رہ گیا ہے جو تمام بری حیوانات کا مسکن ہے۔ یہ خشکی اور تری دونوں مل کر مکمل ایک ہی کرہ بنا ہے جس پر کرۂ ہوا محیط ہے۔ اور کرۂ ہوا پر کرۂ نار، اور اس پر فلکِ قمر، اور اس پر فلکِ عطارد، اور اس پر فلک زہرہ، اور اس پر فلک شمس، اور اس پر فلک مریخ، اور اس پر فلک مشتری اور اس پر فلکِ زحل، اور اس پر فلکِ ثوابت اور اس پر فلک الافلاک محیط ہے۔

یہ چار عناصر اور نو افلاک ملا کر پیاز کے چھلکوں کی طرح تہہ بہ تہہ متصل تیرہ کرات سے یہ عالم جسمانی تیار ہوا ہے۔

ماہیت طبیعات کے متعلق :-

یہ اجسام ارضی (خاک، آب، ہوا، آتش) اور اجسام فلکی جو بظاہر طول و عرض و عمق میں پھیلے ہوئے۔ جواہرات اور وصل و فصل اور جوڑ توڑ کی قابلیت رکھنے والے محسوسات نظر آتے ہیں، یہی اجسام طبیعہ کہلاتے ہیں جو دو اجزائے جوہریہ (ہیولیٰ اور صورتِ جسمیۃ) سے مرکب ہیں۔ ان تمام اجسام طبیعہ میں جو مطلق طول و عرض و عمق محسوس ہوتا ہے یہ صورتِ جسمیہ کا اثر ہے اور جو جوڑ توڑ وصل فصل کی قابلیت محسوس ہوتی ہے یہ ہیولیٰ کی خاصیت ہے۔ اور ان دونوں

اجزار (ہیولی اور صورت) سے ایسا مطلق جسم طبعی تیار ہوتا ہے جیسے جسم اور نامی کے جوڑنے سے مطلق جسم نباتی تیار ہوتا ہے۔ یا جسم اور متحرک بالارادہ کے جوڑنے سے مطلق حیوان۔ اور جس طرح مطلق حیوان کے ساتھ فصول متنوعہ (ناطق، صاہل، ناہق) کے ملانے سے مخصوص انواع حیوانی (انسان، فرس، حمار) بنتے ہیں۔ اسی طرح مطلق جسم طبعی کے ساتھ مخصوص صورت نوعیہ (مائیہ، ہوائیہ، ناریہ وغیرہ) کے ملانے سے انواع جسم مطلق (ماء، ہوا، نار وغیرہ) بنتے ہیں، اور اس طرح یہ اجسام مخصوصہ تین اجزائے جوہریہ سے مرکب ہیں۔ یعنی ہیولی، صورت جسمیہ اور صورت نوعیہ۔

مسلمات الہیات:۔

جس طرح ہم مسلمان اپنے محسوسات سے باہر بھی کئی اشیاء کی موجودگی کے قائل ہیں جیسے اللہ، فرشتے، جن، پری وغیرہ، اسی طرح حکمائے مشائیہ بھی ماوراء محسوسات کے کئی اشیاء تسلیم کرتے ہیں۔ جیسے واجب الوجود (اللہ) عقول۔ نفوس فلکی۔ نفوس حیوانی وغیرہ وغیرہ۔ اور جس طرح ہم خدا کو سارے موجودات کا موجد اصلی مانتے ہیں اسی طرح وہ بھی مانتے ہیں۔ اور جس طرح ہم خدا کو قدیم مانتے ہیں

اسی طرح وہ بھی مانتے ہیں۔ مگر وہ وجود زمانہ کے لیے حرکت فلکی کو علت مانتے ہیں اور حرکت فلکی سے پہلے کئی موجودات کو تسلیم کرتے ہیں جن کو حادث بالذات اور قدیم بالزمان مانتے ہیں۔ اور یہیں سے مشائیہ اور متکلمین میں اختلاف شروع ہو جاتا ہے۔ جس کی تفصیل اب تمہارے سامنے بیان کی جاتی ہے۔

ایجاد و حوادثاتِ عالم کے متعلق حکماء مشائیہ کا نظریہ

یہ عالم ہستی اور اس میں یہ انقلابات، یہ آمد و رفت غرض ان تمام کائناتِ ہستی کا موجد کون ہے۔ اور یہ سارے انقلابات کس طرح پیدا ہوتے ہیں؟ اور کیوں پیدا ہوتے ہیں؟

اس سوال کے جواب میں حکماء متکلمین (مسلمانوں) کا جو عقیدہ اور نظریہ ہے وہ معین العقائد میں تم پڑھ چکے ہو۔ اب حکمائے مشائیہ کا عقیدہ اور نظریہ بھی سنو:۔

قدیم یونانی حکمائے مشائیہ کی جو کچھ کتابیں یا تحریریں ہم تک پہنچی ہیں ان پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان حکماء کو یا تو تعلیم الٰہی پہنچی ہی نہ تھی اور اگر پہنچی تھی تو پھر انھوں نے اپنے قیاسات و عقلیات کے مقابلہ میں ان کو قابل التفات نہیں سمجھا۔

اس لیے اس عالم ہستی اور خود انسانی ابتدار و معاد کے متعلق انھوں نے اپنی عقلوں سے جو نظریہ قائم کیا تھا وہی ان کا عقیدہ اور دستور العمل رہا۔

انھوں نے ایجاد، موجودات اور انقلاب حوادث میں بظاہر اختلاف فصول کو مؤثر پایا۔ اور اختلاف فصول میں حرکات آفتاب و افلاک کو موثر پایا۔ مگر خود حرکات آفتاب و افلاک میں اختلاف کہاں سے آتا ہے۔ اس خیال نے ان کو تحقیقات حرکاتِ افلاک پر مائل کیا۔ اس کے بعد انھوں نے دوربین کے شیشے اکٹھے کیے۔ اور ایک ایسی مخصوص جگہ میں ان کو نصب کیا جہاں سے ہر ایک کا عکس دوسرے پر پڑتا تھا۔ اس جگہ کو رصدگاہ کہتے تھے۔ یہاں ماہرین فلکیات بیٹھ کر چاند، سورج اور دیگر تاروں اور افلاک کی حرکات پر غور کرتے تھے۔

انھوں نے ان رصدگاہوں کی مدد سے آسمانوں کے متعلق جو معلومات حاصل کیں ان کا خلاصہ یہ ہے:۔

ہمارے اس عالم عناصر کے اوپر سات افلاک سیارہ ہیں۔ جن میں صرف ایک ایک تارہ ہے۔ اور ان کے اوپر آٹھواں فلک ثوابت ہے، جس میں یہ سارے تارے جو ہم کو نظر آتے ہیں، جڑے ہوئے ہیں۔ اور سب کے

اوپر نواں فلک الافلاک ہے جس میں کوئی تارہ نہیں ہے۔ اِن میں سے نیچے والے سات آسمان جن کو افلاک سبعہ سیارہ کہتے ہیں، مغرب سے مشرق کی جانب دھیمی چال سے حرکت کرتے ہیں اور سب سے اوپر فلک الافلاک سب سے تیز چال سے مشرق سے مغرب کی جانب بوجہ اتصال ماتحت کو بھی حرکت دیتا ہے۔ اور یہی حرکاتِ افلاک نظام عالم اور اس کے سارے انقلابات و تغیرات کا اصلی باعث ہیں۔

اس پر قدرتی طور سے یہ سوال پیدا ہوا کہ خود افلاک کا موجد کون ہے اور اِن کی مختلف حرکات کا باعث کیا ہے۔ اِن تمام امور پر غور کرنے کے بعد جس نتیجہ پر وہ پہنچے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

اس عالم ہستی کا موجدِ اصلی وہ بھی مسلمانوں کی طرح واجب الوجود (اللہ) کو مانتے تھے۔ مگر سلسلۂ ایجادِ عالم میں ان کا ایک خود ساختہ قانون ان کی راہ میں مشکلات بلکہ گمراہی کا باعث ہو گیا تھا اور وہ قانون یہ تھا کہ:۔

واحد سے صرف واحد ہی صادر ہو سکتا ہے۔ یعنی جو شے بہر حیثیت واحد ہو وہ ایک سے زائد اشیاء کو موجود نہیں کر سکتی۔ جیسے واجب الوجود۔ اور جس شے میں مختلف جہات

موجود ہوں تو وہ اپنے مختلف جہات کے اعتبار سے مختلف اشیاء موجود کر سکتی ہے۔ جیسے ذات واجب الوجود کے سوا تمام ممکنات تھا۔

اب چونکہ واجب الوجود (اللہ تعالیٰ) ہر حیثیت سے واحد تھا اس لیے وہ بھی عالم ہستی کے یہ بے شمار موجودات بلا واسطہ تنہا موجود نہیں کر سکتا تھا۔ لہذا اس نے ایجادِ عالم کے لیے وسائط و ذرائع پیدا کیے جن کو وہ عقول کہتے ہیں اور جو فرشتوں کی طرح غیر مرئی پاکیزہ جواہر مجردہ اور بےنظیر قوت و تدبر کے مالک ہیں۔ چنانچہ اس نے ایجادِ عالم کا سلسلہ اس طرح قائم کیا کہ سب سے اول اس نے ایک عقل کو پیدا کیا جس کو وہ عقلِ اول کہتے ہیں۔ اور بس۔

اب اس عقلِ اول میں دو جہتیں موجود ہوئیں۔ ایک جہت وجوب بالغیر (علتِ تامہ سے موجودیت) کی کہ جو اعلیٰ و اشرف ہے، اور دوسری جہت امکانِ ذاتی کہ جو ادنیٰ و ارذل ہے۔ پس عقلِ اول نے اپنی اعلیٰ و اشرف جہت یعنی وجوب بالغیر سے معلول اشرف (جوہرِ مجرد) عقلِ دوم کو پیدا کیا۔ اور جہتِ ارذل (امکانِ ذاتی) سے معلول ارذل (مادی) فلک الافلاک، کو پیدا کیا۔

پھر عقلِ دوم میں بھی اشرف اور ارذل دو جہات

موجود تھیں۔ اس لیے اس نے بھی اپنی جہت اشرف یعنی وجوب بالغیر سے معلول اشرف جوہر مجرد عقل سوم کو۔ اور جہتِ ارذل یعنی امکان ذاتی سے معلولِ ارذل یعنی مادی فلک ہشتم پیدا کیا۔

اسی طریقہ سے ہر عقل اپنی جہتِ اشرف سے عقل کو اور جہت ارذل سے فلک کو پیدا کرتی رہی۔ یہاں تک کہ عقل نہم نے عقل عاشر اور فلک قمر پیدا کیا اور سلسلۂ ایجاد عقول وافلاک، عقل عاشر اور فلک قمر (نہم) پر ختم ہوا یہ عقلِ عاشر جس کو بوجہ کثرتِ افعال، عقل فعّال بھی کہتے ہیں چونکہ مبدأ اول (اللہ) سے دور اور کافی کثرت کے بعد موجود ہوا تھا اس لیے اس میں کثرتِ جہات کی قابلیت موجود تھی۔ چنانچہ اس نے اپنی کثرتِ جہات کی وجہ سے فلکِ قمر کے نیچے چاروں عناصر (خاک، آب، ہوا، آتش) اور ان کے اجزاء (ایک ہیولیٰ، ایک صورتِ جسمیہ، چار صُوَرِ نوعیہ) کو پیدا کیا۔

اب واجب الوجود کے علاوہ عالم وجود میں دس عقول، نو افلاک اور چار عناصر موجود ہوگئے۔ اور ان کے اجزاء میں سارے اجسامِ عنصری وفلکی کی ایک صورتِ جسمیہ، اور چاروں عناصر کی ایک۔ اور ہر فلک کے لیے جدا جدا ہیولیٰ۔

کل دس ہیولی۔ اور چار رون عناصر کی چار اور نو افلاک کی نوصور نوعیہ ملاکر کل تیرہ صور نوعیہ اور نفوس حیوانی کی طرح ہر فلک کے لیے ایک ایک نفس فلکی ملاکر نو نفوس فلکی ہوتے۔

اس طرح تیئیس موجودات اور تینتیس اجزائے موجودات کل چھپن قدیم بالزمان موجودات بتفصیل ذیل موجود ہوئے

موجودات :- افلاک (۹) عقول (۱۰) عناصر (۴)۔ کل...۲۳۔

اجزاء موجودات :- صورت جسمی (۱) نفوس فلکی (۹) ہیولی (۱۰) صورت نوعیہ (۱۳) کل ۳۳۔

موجودات اور اجزاء دونوں کو ملاکر کل ۵۶۔

اب یہ سوال کہ ہمارے اس عالم عناصر میں یہ انقلابات رات دن۔ گرمی سردی۔ ماہ و سال۔ حیوانات۔ نباتات اور یہ تغیرات۔ یہ فنا و بقا۔ یہ رفت و آمد کون پیدا کرتا ہے اور کس طرح پیدا کرتا ہے؟

تو اس سوال کے حل کرنے کے لیے انھوں نے حرکات فلکی کو بمنزلۂ پدر اور ہیولائے عنصری کو بمنزلۂ مادر اس طرح تسلیم کیا کہ ایک انسان کی طرح افلاک میں بھی سمجھدار نفوس فلکی اور نفوس کے لیے حرکات کا شوق

وارادہ تسلیم کیا۔

اب مندرجہ بالا چھتیں[56] اشیا کی موجودگی کے بعد نفوسِ فلکی نے تحریکاتِ افلاک کی خواہش کی، جس سے یہ نظامِ فلکی گردش میں آیا۔ اور گردشِ فلکی سے عالمِ عناصر میں رات دن، ماہ وسال اور فصول کا اختلاف ظاہر ہوا۔ اور اس اختلافِ فصلی کے اثر سے آنے والے انقلابات کے لیے عنصری ہیولیٰ میں انقلاب کی صلاحیت پیدا ہوئی۔ اور جب کسی نئی صورت کے لیے عنصری ہیولیٰ کی قابلیت کمال کو پہنچی تو عقلِ فعّال نے ہیولیٰ پر وہی صورت اُتاری کہ جس کے لیے پہلے سے ہیولیٰ میں قابلیت پیدا ہو گئی تھی۔

مثلاً مئی کے مہینے میں آفتاب کے نزدیک آنے کی وجہ سے عنصری ہیولیٰ میں گرمی کی قابلیت پیدا ہوئی جس سے زمین و ہوا میں گرمی پیدا ہوئی اور گرمی کے اثر سے پانی بھاپ بن کر ہوا میں اس کے ذرے اُڑنے لگے اور جون کے مہینے میں یہ اجزاء کافی مقدار میں جمع ہو کر ہوا کے سرد طبقے میں پہنچے جن پر وہاں کی سردی نے اتنا اثر کیا کہ جس میں پانی ہونے کی قابلیت پیدا ہوئی تو عقلِ فعّال نے اُن پر پانی کی صورت نوعیّہ فیضان کی۔ جس سے وہ ہوائی

ذرّے پانی بن کر زمین پر بارش کی شکل میں برسنے لگے۔
اب زمین کی تری سے اس میں سبزیات اُگانے کی قابلیت
پیدا ہوئی تو عقلِ فعال نے سبزیوں کے تخم سے اُن پر
سبزیات کی صورت فیضان کر دی۔ بس اس طرح یہ نظامِ
ہستی قائم ہوا اور اسی طرح قائم رہے گا۔ اور یہ انقلاباتِ
رفت و آمد پیدا ہوے اور ہوتے رہیں گے۔

اب عالمِ ہستی کے متعلق حکمائے مشائیہ کے اس نظریہ
پر غور کیجیے کہ مسئلہ توحید کے سوا ان کا کونسا نظریہ ہے جو
متکلمین اور عقائد اسلامی کے خلاف نہیں۔ مثلاً:

(۱) مشائیہ چھپّن قدمار کے قائل ہیں، لیکن متکلمین ایک
خدا کے سوا کسی کو قدیم نہیں مانتے۔

(۲) مشائیہ واحد کو ایک سے زائد اشیار کا خالق
نہیں مانتے۔ لیکن متکلمین ایک ہی واحد حقیقی اللہ تعالیٰ کو
سارے موجودات کا تنہا خالق و موجد مانتے ہیں۔

(۳) مشائیہ عقلِ اول کے سوا باقی ساری کائنات
کو اللہ تعالیٰ سے مستغنی اور آپس میں ایک دوسرے
کی ایجاد کا باعث و موجد مانتے ہیں۔ لیکن متکلمین موجودات
کے ایک ذرہ میں بھی خدا کے سوا کسی کے تصرف کو تسلیم
نہیں کرتے اور کائنات کے ہر ذرّے کو اسی کا محتاج

مانتے ہیں۔

(۴) مشائیہ فلکی ہیولیٰ کو خرق و التیام (پھٹنے اور جڑنے) کا قابل نہیں مانتے اس لیے افلاک میں جوڑ توڑ یا کسی کی رفت و آمد کی صلاحیت نہیں مانتے۔ لیکن متکلمین روزمرہ اس میں فرشتوں کی رفت آمد مانتے ہیں۔ بلکہ بعض انبیائے کرام کے لیے بھی افلاک میں رفت آمد کے قائل ہیں۔ بلکہ سارے نظامِ فلکی کے ریزہ ریزہ ہو جانے کے بھی۔

غرض مشائیہ کا یہ خودساختہ کلیہ کہ "واحد سے صرف واحد ہی صادر ہو سکتا ہے"، ایک ایسی بنیادی غلطی تھی جو متکلمین کے لیے اور آگے جا کر خود ان کے لیے بھی بےشمار مشکلات کا باعث ثابت ہوئی۔ جن میں سے بڑی مشکل وہ تھی جس کے حل کے لیے آخر انھیں یہ بعید از عقل اور خالی از ثبوت مفروضہ گھڑنا پڑا کہ تخلیقِ موجودات کے لیے ہیولیٰ بحیثیتِ مادر ہے اور افلاک بمنزلۂ پدر۔ کیونکہ اس صورت سے حرکاتِ فلکی (پدر) اور ہیولیٰ عنصری (مادر) کا ملاپ ہی تخلیقِ کائنات کے لیے کافی ہو جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی کوئی حاجت باقی نہیں رہتی تھی جس کے ماننے کے لیے متکلمین ہرگز تیار نہ تھے۔ کیونکہ اس میں تعلیم اسلامی

کی ساری تعمیر بیخ و بُن سے اُکھیڑنے کا سامان تھا۔

لہذا مشائیہ جن ضروریات کے لیے ہیولیٰ کو تسلیم کرتے تھے اس کی جگہ متکلمین نے اجزائے لایتجزیٰ کو تسلیم کرکے بطلانِ ہیولیٰ پر دلائل قائم کیے اور مشائیہ نے جب دیکھا کہ متکلمین ہمارے ہیولیٰ کی جگہ اجزائے لایتجزیٰ سے کام لے کر ہیولیٰ کو باطل کرتے ہیں تو وہ اجزائے لایتجزیٰ کے بطلان پر دلائل لاکر اثباتِ ہیولیٰ پر زور دینے لگے اور اسی طرح جانبین میں یہ مسئلہ ایک لامتناہی بحث کا مرکز بن گیا۔ اور اسی طرح بقیۃ اختلافی مسائل پر بھی جانبین میں مباحثے قائم ہونے لگے۔

مبادی الحکمت اور ان کی تعریفات

عزیز طلبہ! یہاں تک تم نے اس فن کے متعلق کافی معلومات حاصل کرلی ہیں۔ اب گذرے ہوئے اور آنے والے مقاصد کے متعلق ضروری مصطلحات و مبادی اور ان کی تعریفات لکھی جاتی ہیں۔ ان کو خوب سمجھ کر یاد کرلو۔ تاکہ امتحانات کے وقت اور نیز آنے والے مباحث کے سمجھنے میں تمہارے لیے بہترین معاون ثابت ہوں۔

مبادی المبادی۔

مقدمہ :- ہر فن کے وہ امور کہ جن کے جاننے پر فن کی تعلیم و تسہیل موقوف ہو۔

ذہن :- عقلِ انسانی۔ انسان کی قوت مدرکہ نفسِ ناطقہ کو کہتے ہیں۔

عقل انسانی :- انسان کی وہ قوت مدرکہ جس کے ذریعہ سے وہ کلیات اور غیر محسوس جزئیات جانتا ہے۔

وجود :- ہستی۔ وہ شے کہ جب کسی ماہیت سے مل جائے تو اُس کو عدم کی تاریکی سے نکال کر ہستی کی روشنی میں لائے۔

وجود خارجی :- عالم واقعہ کے سارے موجودات کی وہ ہستی کہ جس کو ہم اپنے حواس سے محسوس کرتے ہیں۔

وجود ذہنی :- صورِ اشیاء کی وہ ہستیاں جن کو ہم اپنے ذہنوں میں محسوس کرتے ہیں۔

موجود نفس الامری :- وہ کُل واقعی موجودات کہ جن کا وجود ہمارے تصور پر موقوف نہیں۔

موجود فرضی اختراعی :- شیخ چلی کے تخیلات۔

جن کا وجود ہمارے تصور پر موقوف ہو۔ یعنی اگر ہم اس کا فرض ور تصور چھوڑ دیں تو اس کا وجود ہی نہ رہے۔ جیسے موتی کا پہاڑ اور سونے کی چڑیا۔

حالات:۔ کسی چیز کے ایجابی یا سلبی محمولات۔ جیسے زید عالم ہے۔ جاہل نہیں، ہیں علم اور نفی جہل زید کے حالات ہیں۔

نفس الامری حالات:۔ ہر شے کے وہ حالات واوصاف کہ جن سے حقیقۃً وہ شے متصف ہو۔ جیسے کوّے کی سیاہی، بگلے کی سفیدی۔

فرضی اختراعی حالات:۔ اشیاء کے وہ حالات واوصاف جو خلاف واقعہ ہوں۔ جیسے کوّے کی سفیدی اور بگلے کی سیاہی اور شہد کی تلخی۔

قوۃ عملی:۔ انسان کی وہ تحریکی طاقت کہ جس کی وجہ سے وہ جملہ افعال کو وجود میں لاتا ہے۔

قوۃ علمی:۔ انسان میں وہ پوشیدہ طاقت ادراکی کہ جس کی وجہ سے وہ اشیا کو جانتا ہے۔

حکماء کی قسمیں:۔

متکلمین:۔ تحریر و تقریر کے ذریعہ سے عقلاً ونقلاً عقائد اسلامی سے بحث کرنے والے

حکماء۔

مشائیہ:- تحریر و تقریر کے ذریعہ سے عقلاً موجودات واقعیہ سے بحث کرنے والے حکماء۔

صوفیہ:- اشراق و مراقبہ کے ذریعہ سے تعلیمات اسلامیہ کے مطابق تزکیۂ نفس وارتقاء روحانی میں مصروف رہنے والے حکماء۔

اشراقیین:- اشراق و مراقبہ کے ذریعہ سے اپنی عقلیات و تجربات کے مطابق تزکیۂ نفس اور ارتقاء روحانی میں مشغول رہنے والے حکماء۔

مقدمہ:-

حکمت کی تعریف:- متوسط انسانوں کی انتہائی طاقت کے موافق تمام نفس الامری موجوداتِ کے جملہ واقعی حالات جاننا۔

حکمت کا موضوع:- نفس الامری واقعی موجودات۔

حکمت کی غرض و غایت:- حصول سعادتِ دارین کے لیے قوۃ علمی و عملی کی تکمیل کرنا۔

وجہ تسمیہ:- چونکہ اس سے موجودات کے واقعی حالات معلوم ہوتے ہیں اس لیے اس کو حکمت کہتے ہیں۔ اور چونکہ اس فن سے ایک اُنس و محبت

بھی پیدا ہوتی ہے اس لیے اس کو فلسفہ بھی کہتے ہیں
جس کے معنی یونانی لغت میں محب الحکمۃ کے ہیں۔

موجد اول :- اس فن کے موجد اول یونانی حکماء
افلاطون، بطلیموس وغیرہ ہیں۔

رتبہ :- اس کی فضیلت کے لیے آیت کریمہ وَ
مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا کافی
دلیل ہے۔

حکمت کی دو قسمیں ہیں۔ حکمتِ عملی اور حکمتِ نظری۔

حکمت عملی کی قسمیں تین ہیں :- تہذیب الاخلاق۔ تدبیر المنزل
سیاست المدنیہ۔

تھذیب الاخلاق :- وہ علم جو ہر شخص کی ذاتی، دینی
یا دنیوی اصلاح کے متعلق بحث کرنے والا ہو۔
جیسے دینی و حرفی علوم

تدبیر المنزل :- وہ علم جو ایک گھر میں رہنے والوں
کی اجتماعی زندگی کی اصلاح کے متعلق بحث کرنے
والا ہو۔ جیسے امور خانہ داری اور حقوق اقارب
کے متعلق علوم۔

سیاستہ المدنیہ :- وہ علم جو کسی شہر یا ملک میں
رہنے والوں کی اجتماعی زندگی کی اصلاح کے متعلق

بحث کرنے والا ہو۔ جیسے راعی اور رعایا کے
حقوق وانتظام کے متعلق علوم۔

حکمتِ نظری کی قسمیں بہت ہیں، جن میں یہ چار مشہور ہیں:
منطق۔ ریاضی۔ طبعی۔ الٰہی۔

منطق :- ایک قانونی آلہ ہے جس کو ملحوظ رکھنے والا
انسان فکری غلطیوں سے محفوظ رہتا ہے۔

ریاضی :- ایسے امور سے بحث کرنے والا علم کہ
جو وجودِ ذہنی میں کسی خاص مادے کے محتاج نہ
ہوں مگر وجودِ خارجی میں کسی نہ کسی مادے کے
محتاج ہوں۔

طبعی :- ایسے امور سے بحث کرنے والا علم جو دونوں
وجود میں کسی خاص مادے کے محتاج ہوں۔ جیسے
عناصرِ اربعہ اور افلاک سے بحث کرنے والے
علوم۔

الٰہی :- ایسے امور سے بحث کرنے والا علم جو دونوں
وجود میں کسی مادے کے محتاج نہ ہوں۔ جیسے
واجب الوجود اور فرشتوں اور عقلوں سے بحث
کرنے والے علوم۔

حکمتِ ریاضی کی قسمیں بہت ہیں۔ جن میں سے مشہور یہ چار

ہیں۔ حساب۔ ہندسہ۔ ہیئت۔ موسیقی۔

حساب:- وہ علم ہے جو کم منفصل (اعداد) کی حالت سے بحث کرنے والا ہو۔

ہندسہ:- وہ علم ہے کہ جو کم متصل (جسم تعلیمی) کے اشکال و حالات سے بحث کرنے والا ہو۔

ہیئت:- وہ علم کہ جو افلاک کی کم و کیف اور حرکات سے بحث کرنے والا ہو۔

موسیقی:- وہ علم کہ جو آوازوں کی کیفیت ترکیبی سے بحث کرنے والا ہو۔

مایعم الاجسام کے متعلق مبادی و مصطلحات:-

جسم طبعی:- یہ سارے اجسام جوہریہ جو ابعاد ثلاثہ (طول، عرض، عمق) میں پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں۔

صورۃ جسمی:- جسم طبعی کا وہ جز جوہری جو بالذات متصل قابل ابعاد ثلاثہ ہے اور ہیولیٰ میں حال ہے۔

ہیولیٰ:- جسم طبعی کا جزء قابل، صورت جسمی کا محل۔ جسم کا وہ جز جوہری جو فی نفسہ اتصال، انفصال، وحدت و کثرت وغیرہ کسی صفت سے موصوف نہیں۔ مگر ہر صفت کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جیسے

روئی فی نفسہ کوئی کپڑا نہیں مگر ہر قسم کے کپڑے
بننے کی صلاحیت رکھتی ہے:

صورۃ نوعیّہ :- مخصوص اجسام کا وہ جز جوہری
کہ جو اُن کے جملہ خصوصیّات کا مقتضی ہوتا ہے۔
مثلاً پتھر کو نیچے کی طرف اور ہوا کو اوپر کی طرف
لے جانے والا جوہر۔

جسم تعلیمی :- کم متصل، جسم کا نفس مقدار عرضی،
یعنی جسم میں نفس طول و عرض و عمق کا مجموعہ۔

سطح :- طرفِ جسم، محض طول و عرض کا مجموعہ۔ وہ
مقدار جو صرف طول و عرض میں قابلِ قسمت ہو۔

خط :- طرفِ سطح۔ محض طول۔ وہ مقدار جو صرف ایک
ہی جہت طول میں قابلِ قسمت ہو۔

نقطہ :- طرفِ خط۔ وہ عرض جو کسی جہت میں بھی قابلِ
قسمت نہ ہو۔

جزلایتجزیٰ :- وہ جوہر محسوس کہ جو نہ قطعاً و کسراً
قابلِ قسمت ہو نہ وہماً و فرضاً۔

قسمت قطعی :- کسی چیز کو آلۂ نافذہ (مثلاً چھری)
سے کاٹنا۔ جیسے خربوزہ کو چھری سے دو حصے کرنا

قسمت کسری :- کسی چیز کو کسی وزنی شے کے صدمہ

سے دو حصے کرنا۔ جیسے پتھر کو ہتھوڑے مار کر دو حصے کرنا۔

قسمتِ فرضی :۔ کسی چیز کو ذہن میں ایسے کلی فیصلے سے دو حصے کرنا کہ جس کے حصے نہ خارج میں ممتاز ہوں نہ ذہن میں۔ جیسے ایک گز کا نصف پھر نصف کا نصف۔ پھر نصف کے نصف کا نصف تا آخر ذہن میں فرض کرنا۔

قسمتِ وہمی :۔ کسی چیز کی تقسیم اس طرح کرنا کہ اس کے حصے خارج میں ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں مگر ذہن میں ممتاز ہوں۔ جیسے قلم کے چار فرضی حصوں پر چار مختلف رنگ لگانے سے قلم بظاہر ایک ہی رہے گا مگر ذہن میں چار حصے ممتاز ہوں گے۔

فصل مشترک ، یا حد مشترک :۔ دو ہم جنس مقداروں کے درمیان وہ حد فاصل کہ ہر ایک کا نقطۂ ابتدا بھی بن سکے اور انتہا بھی۔ یا اگر ایک مقدار سے کاٹ کر دوسرے پر رکھدیں۔ تو پہلا کم نہ ہو جائے اور دوسرا زائد نہ ہو۔ جیسے دو اجسام متصلہ کے درمیان سطح اور دو سطوح متصلہ کے

درمیان خط اور دو متصل خطوط کے درمیان نقطہ۔

تداخل :- ایک شے کا دوسری میں مل کر ایسا جذب ہونا کہ دونوں اشارہ حسیہ میں بھی متحد ہو جائیں اور حجم میں بھی۔ یعنی دونوں کا مجموعی حجم وہی رہے جو ایک کا تنہا حجم تھا۔ یہ تداخل اعراض میں ممکن اور جواہر میں محال ہے۔ مثلاً دو نقطوں کا تداخل ممکن ہے، مگر دو اجزائے لایتجزیٰ کا تداخل محال ہے۔

حلول :- دو چیزوں میں ایسی خصوصیت کا ہونا کہ جن میں ایک دوسری کے لیے صفت بن سکے جیسے سیاہی کو کپڑے کے ساتھ ایسی خصوصیت ہے کہ جس کی وجہ سے سیاہی کو صفت بنا کر یوں کہہ سکتے ہیں کہ سیاہ کپڑا۔

محل۔ ہیولیٰ :- جوہر کا وہ جوہری محل جو اپنے حال کا محتاج ہو۔ جیسے ہیولیٰ (محل) جو اپنے حال یعنی صورت جسمیہ کا محتاج ہے۔

موضوع :- عرض کا وہ محل جو اپنے حال سے مستغنی ہوتا ہے۔ جیسے "سیاہ کپڑا" میں کپڑا سیاہی سے مستغنی ہے کہ سیاہی نہ ہو تو سفید یا اور کچھ ہوگا مگر کپڑا رہے گا

اجزاء ترکیبی :- کسی شے کے وہ اجزا کہ جن کی

تعداد و کثرت وحدت سے پہلے موجود ہو جیسے
اجزائے دیوار۔

اجزاء تحلیلی:۔ کسی شئے کے وہ اجزار کہ جن کی کثرت
وحدت کے بعد ہو۔ جیسے ایک متصل گز سے نصف،
ربع، ثمن وغیرہ کثرت کا پیدا ہونا۔

جسم بسیط:۔ جس میں کسی قسم کی ترکیب اور تجزیہ نہ ہو۔
یا وہ جسم جو انسان کی طرح مختلف الماہیت اجزار
سے مرکب نہ ہو۔ جیسے ہوا، پانی۔

جسم مرکب:۔ جس میں کسی قسم کی ترکیب موجود ہو۔
یا جو مختلف الماہیت اجزار سے مرکب ہو جیسے
انسان مختلف عناصر سے مرکب ہے۔

جسم بسیط کی ماہیت میں حکماء کا اختلاف

**مذہب اکثر اشراقیین (افلاطون و شیخ مقتول
وغیرہ):۔** جسم طبعی محض صورت جسمیہ ہے، جو متصل واحد
قائم بذاتہ ہے اور خود اتصال و انفصال کی قابلیت
رکھتا ہے۔ لہذا جسم بسیط متصل بذاتہ ہے۔

مذہب بعض اشراقیہ:۔ جسم طبعی صورت جسمیہ
وجسم تعلیمی (جوہر اور عرض) سے مرکب ہے۔
اور حقیقۃً متصل ہے۔

جمھور متکلمین :- جسم طبعی کے جملہ اجزائے ممکنہ اجزائے لایتجزی ہیں جو ایک متناہی مقدار سے جسم میں بالفعل موجود ہیں۔ تو ان کے نزدیک جسم کا اتصال محض حسی ہے۔ حقیقی نہیں۔

عبدالکریم شہرستانی :- جسم طبعی میں جملہ اجزائے ممکنہ اجزائے لایتجزی ہیں جو ایک متناہی مقدار سے جسم میں بالقوہ موجود ہیں۔ لہذا اس کے نزدیک جسم جیسے حساً متصل نظر آتا ہے ویسے حقیقۃً بھی متصل ہے

نظام معتزلی :- جسم طبعی میں جملہ اجزائے ممکنہ اجزائے لایتجزی ہیں جو غیر متناہی مقدار سے جسم میں بالفعل موجود ہیں۔ لہذا اس کے نزدیک بھی جسم کا اتصال محض حسی ہو گا، حقیقی نہیں۔

مشائین، اشراقیین ومحققین متکلمین :- جسم طبعی میں جملہ اجزائے ممکنہ اجزائے غیر متناہیہ موجود بالقوہ ہیں۔ اور ہر جز بھی قابل قسمت ہے مگر بالفعل اس میں ایک جز بھی نہیں لہذا ان کے نزدیک جسم جیسے حساً متصل ہے ویسے ہی حقیقۃً بھی متصل ہے

مایعم الاجسام :- جسم طبعی کے وہ عمومی حالات کہ

جو فلکیات و عنصریات دونوں کو شامل ہوں۔

مکان کی خصوصیت:۔ جس کو جسم اپنی موجودگی سے مشغول رکھے اور اس میں آمدو رفت رکھے۔

مکان کے بارے میں تین مذاہب کا اختلاف ہے۔ ان مذاہب میں سے یہ تین زیادہ مشہور ہیں۔ مذہب متکلمین۔ مذہب اشراقیین۔ مذہب مشائیہ۔

مذہب متکلمین:۔ مکان ابعادِ ثلاثہ میں پھیلا ہوا ایک موہومی بُعد ہے جس کو وہمی طور پر جسم پُر کر دیتا ہے۔

مذہب اشراقیین:۔ مکان ابعادِ ثلاثہ میں پھیلا ہوا ایک قائم بالذات بُعد مجرد ہے جس میں جسم رفت آمد رکھتا ہے۔

مذہب مشائیہ:۔ مکان جسم حاوی کی وہ سطح باطن ہے کہ جو جسمِ محوی کی سطح ظاہرہ سے مماس ہوتی ہے۔ جیسے پیاز کے بالائی چھلکے کی اندرونی سطح جو اندرونی چھلکے کی بالائی سطح سے مماس ہے۔

خلاء:۔ مکان کا ہر قسم کے مکین سے خالی ہونا۔ (خلا کو حکما محال کہتے ہیں)

ملاء:۔ مکان کا کسی نہ کسی مکین سے پُر اور مشغول

رہنا (اس کو حکماء ضروری مانتے ہیں)

حَیِّز:- جسم کا وہ مکان یا وضع کہ جو اس کو دیگر اجسام سے اشارۂ حسیّہ میں ممتاز بنا دیتا ہے۔

حیز طبعی:- جسم کی وہ جگہ اور وضع کہ جس میں آکر جسم طبعاً سکون کو چاہے۔ اور جب کوئی قاسر (قوتِ مخالف) اس کو وہاں سے ہٹائے تو اس کی طرف بخط مستقیم طبعاً حرکت چاہے۔ جیسے پتھر کے لیے زمین کا مرکز۔

حیز قسری:- جسم کی وہ غیر طبعی جگہ جس میں وہ کسی قاسر کی قوت سے ٹھیرا ہو۔ جیسے پتھر کے لیے ہوائی جہاز۔

شکل:- کسی مقدار کی وہ ہیئت کہ جو ایک یا چند حدود کے احاطہ کے سبب سے اس کو حاصل ہو۔ جیسے وہ ہیئت جو کرہ کو ایک سطح اور مثلث کو تین خطوط کے احاطہ سے حاصل ہے۔

حرکت:- کسی شے کا تدریجاً قوت سے فعلیت میں آنا۔ جیسے پانی کا تدریجاً سرد یا گرم ہونا۔

سکون:- کسی قابلِ حرکت شے کا حرکت نہ کرنا۔ (عقول قابلِ حرکت نہیں تو قابلِ سکون بھی نہیں ہیں)

کون وفساد :- کسی شئے کا دفعتہً قوت سے فعل میں آنا۔ جیسے پانی کا دفعتہً ہوا اور ہوا کا پانی ہونا۔

حرکۃ ذاتی :- جس میں حرکت اور انتقال کے ساتھ خود متحرک موصوف ہو۔ جیسے ریل کا ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا۔

حرکۃ عرضی :- جس میں حقیقۃً حرکت دوسرے کے ساتھ قائم ہو اور متحرک کی طرف حرکت کی نسبت محض کسی تعلق کی وجہ سے ہو۔ جیسے حرکت ریل کے ساتھ قائم ہے۔ مگر مسافر کو بھی جانے آنے سے موصوف کرتے ہیں۔

حرکتِ ذاتی کی قسمیں تین ہیں :- طبعی، قسری، ارادی۔

حرکۃ قسری :- جس میں متحرک کی قوت محرکہ خارج سے حاصل ہوئی ہو۔ جیسے پتھر کی حرکت صاعدہ جو رامی سے حاصل ہوئی ہے۔

حرکۃ طبعی :- جس میں متحرک کی قوتِ محرکہ متحرک ہی میں ایک غیر شعوری قوت ہو۔ جیسے پتھر کا بلندی سے حرکتِ ہابطہ کرنا۔

حرکۃ ارادی :- جس میں متحرک کی قوتِ محرکہ خود متحرک ہی میں ایک شعوری قوت ہو۔ جیسے

جملہ حیوانات کی حرکات اختیاریہ۔

مقولات عشرہ:۔ حکماء نے کُل موجودات کو ایک جوہر اور نو اعراض میں منحصر کر دیا ہے جن کو وہ اجناس عالیہ اور مقولات عشرہ کہتے ہیں۔ (جن کا پورا بیان آگے آئے گا۔)

حرکۃ فی المقولہ:۔ کسی شے کا کسی مقولہ کی ایک نوع یا صنف سے دوسری نوع یا صنف کی طرف تدریجاً انتقال کرنا۔

حرکۃ فی الاین:۔ کسی شے کا ایک این یعنی مکان سے دوسرے این یعنی مکان میں تدریجاً منتقل ہونا جس کو نُقلہ بھی کہتے ہیں۔

حرکۃ فی الکم:۔ کسی شے کا ایک مقدار سے دوسری مقدار کی طرف تدریجاً انتقال کرنا۔ جیسے بچہ کا تدریجاً بڑھنا یا تر لکڑی یا پھل کا بوجہ خشکی تدریجاً گھٹنا۔

حرکۃ فی الکیف:۔ کسی شے کا ایک نوع کی کیفیت سے دوسری نوع کی کیفیت کی طرف تدریجاً منتقل ہونا۔ جیسے گرم پانی کا تدریجاً سرد ہونا یا طالب علم کا سال بہ سال کیفیتِ علمی میں ترقی کرنا۔

حرکۃ فی الوضع:۔ کسی شے کا اپنی اوضاع کو

تدریجاً بدلنا۔ جیسے چکی اور چرخے کی حرکت سے تدریجاً ان کی اوضاع کا بدلتا رہنا۔

میل :۔ وہ قوتِ انبعاثیہ کہ جو مختلف سمتوں کی طرف اجسام کی طبعی تحریکات کا باعث ہوتی ہے۔ مثلاً پتھر کی وہ قوت جو اس کو پستی کی طرف اور ہوا کی وہ قوت جو اس کو بلندی کی طرف حرکت دیتی ہے۔

میل طبعی :۔ اجسام کی وہ ذاتی قوتِ انبعاثیہ جو ان کی طبعی تحریکات کا موجب ہوتی ہے۔ جیسے پتھر میں میلانِ پستی۔

میل قسری :۔ اجسام کی وہ قوتِ انبعاثیہ کہ جو ان کی تحریکاتِ قسری کا موجب ہوتی ہے۔ جیسے پتھر میں میلانِ صعودی جو بلندی کی طرف پھینکنے والے قاسر سے حاصل ہوتی ہے۔

حرکۃ توسطیہ :۔ مسافت کے مبدأ و منتہا کے درمیان متحرک کا اس حالت پر ہونا کہ حدودِ مسافت میں سے کسی حد پر جب اس کو فرض کیا جائے تو وہ نہ پہلے اس حد میں تھا، نہ بعد میں ہو گا۔

حرکۃ قطعیہ :۔ متحرک کی حرکتِ توسطیہ کی وجہ سے

جو ایک امر ممتد مستمر ساری مسافت پر منطبق خیال میں آتا ہے، اسی امر ممتد کا نام حرکتِ قطعیہ ہے۔

سُرعت و بُطوء :۔ یہ امورِ اضافیہ میں سے ہیں۔ یعنی دو متحرک جب ایک ہی مسافت کو کم و بیش زمانے میں طے کر لیتے ہیں تو جس کا زمانہ کم ہے وہ سریع اور جس کا زمانہ زیادہ ہے وہ بطی ہے یا ایک زمانہ میں جو زیادہ مسافت طے کرتا ہے وہ سریع اور جو کم طے کرتا ہے وہ بطی ہے۔

زمانہ :۔ زمانہ ایک غیر قار الذات یعنی غیر مجتمع الاجزاء امر ممتد ہے کہ جو حرکت پر منطبق اور اس کی سُرعت و بُطوء اور حوادثاتِ عالم میں تقدم و تاخر معلوم کرنے کا ذریعہ ہے۔

آن :۔ زمانے کا وہ جز لایتجزیٰ جو زمانے کی طرف ہے جیسا کہ نقطہ وہ جز لایتجزیٰ ہے جو خط کی طرف ہے اور جس طرح خط کے اجزائے تحلیلیہ خطوط فرضیہ ہیں نہ نقاط اسی طرح زمانے کے اجزائے تحلیلیہ ازمنہ ہیں نہ آنات۔

فلکیات کے متعلق بطلموس اور حکماءِ قدیم کا نظریہ

ہماری یہ زمین پانی کو ساتھ ملا کر ایک کرہ ہے جس پر کرۂ

ہوا محیط ہے۔ اور کرۂ ہوا پر کرۂ نار محیط ہے۔ اور ان عناصرِ اربعہ پر شیشے کی طرح شفاف اجسام کے نو افلاک پیاز کے چھلکوں کی طرح متصل تہہ بہ تہہ محیط ہیں جن میں انگشتری کے نگینوں کی طرح تارے جڑے ہوئے ہیں۔

زمین معہ عالمِ عناصر کے درمیان فضا میں ساکن ہے۔ اور فلک الافلاک اپنے ساتھ تمام نظامِ افلاک کو زمین کے گرد چوبیس گھنٹوں میں ایک دورہ کرا دیتا ہے۔ جس سے رات اور دن اور مختلف موسم بدلتے ہیں۔

فلکیات :۔ وہ حالات جو خاص افلاک (آسمانوں) سے تعلق رکھتے ہوں۔

ماہیت :۔ حکمائے قدیم افلاک کو شیشے کی طرح شفاف اور ناقابل شکست سخت کروی اجسام مانتے ہیں۔

شکل :۔ سارے افلاک گول اور پیاز کے چھلکوں کی طرح ایک دوسرے سے متصل تہہ بہ تہہ واقع ہیں۔

حرکات :۔ حکمائے قدیم افلاک کے لیے بھی کامل حیوان کی طرح نفوس فلکی معہ شوق و ارادہ تسلیم کرتے ہوئے ہر فلک کو اپنے شوق و ارادہ سے حرکت دوری میں دائماً مصروف مانتے رہیں۔

تعداد :۔ قدیم حکماء نے رصدگاہوں کی مدد سے

کل نو افلاک کی تعداد دریافت کی ہے۔ جن کی ترتیب و کیفیتِ تحریک تفصیلِ ذیل ہے:۔

فلک قمر:۔ ہماری زمین پر سب سے پہلے فلکِ قمر محیط ہے جس میں صرف ایک ہی تارہ یعنی چاند ہے جو تقریباً اٹھائیس دن میں مغرب سے مشرق کی جانب زمین کے گرد ایک دورا پورا کرتا ہے۔

فلک عطارد:۔ فلکِ قمر پر فلکِ عطارد محیط ہے۔ اس میں بھی ایک ہی تارہ (عطارد) ہے اور آفتاب کی طرح مغرب سے مشرق کی جانب تین سو پینسٹھ دن چھ گھنٹہ میں زمین کے گرد دورہ پورا کر دیتا ہے۔

فلک زہرہ:۔ فلک عطارد پر فلکِ زہرہ محیط ہے اس میں بھی صرف ایک تارہ (زہرہ) ہے۔ اور یہ بھی آفتاب کی طرح تین سو پینسٹھ دن چھ گھنٹہ میں مغرب سے مشرق کی طرف زمین کے گرد ایک دورہ پورا کرتا ہے۔

فلک شمس:۔ فلک زہرہ پر فلکِ شمس محیط ہے۔ اس میں بھی صرف ایک تارہ (آفتاب) ہے جو تین سو پینسٹھ دن اور چھ گھنٹہ میں زمین کے

گرد مغرب سے مشرق کی جانب ایک دورہ پورا کرتا ہے۔

فلک مریخ :- فلک شمس پر فلک مریخ محیط ہے۔ جس میں صرف ایک تارہ (مریخ) ہے اور جو مغرب سے مشرق کی جانب دو سال شمسی میں ایک دورہ پورا کرتا ہے۔

فلک مشتری :- فلک مریخ پر فلک مشتری محیط ہے جس میں صرف ایک تارہ (مشتری) ہے۔ اور جو زمین کے گرد مغرب سے مشرق کی جانب بارہ سال شمسی میں ایک دورہ پورا کر دیتا ہے۔

فلک زحل :- فلک مشتری پر فلک زحل محیط ہے جس میں صرف ایک تارا (زحل) ہے۔ اور جو زمین کے گرد مغرب سے مشرق کی جانب تین سال شمسی میں ایک دورہ پورہ کرتا ہے۔

فلک ثوابت :- ان سبع سیارہ پر آٹھواں فلک ثوابت محیط ہے جس میں مندرجہ سات تاروں کے سوا باقی کل تارے نگینوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں اور بقول متاخرین پچیس ہزار دو سو سال شمسی میں مشرق کی جانب صرف ایک دورہ پورا کرتا ہے

فلک الافلاک :۔ ان تمام افلاک پر نواں فلک الافلاک محیط ہے۔ جس کو محدد الجہات اور فلک اطلس بھی کہتے ہیں اور جس میں کوئی تارا نہیں ہے یہی فلک الافلاک مشرق سے مغرب کی جانب چوبیس گھنٹوں میں ایک دورہ پورا کرتا ہے۔ اور اپنے ساتھ سارے افلاک کو بھی چوبیس گھنٹے میں دورہ کراتا ہے۔ جس سے تاروں کا طلوع و غروب رات دن موسموں کی تبدیلی وقوع میں آتی ہے۔ (باقی تفصیلات کتب قدما ء میں پڑھ لوگے)

نظامِ افلاک کیمتعلق موجودہ حکماءِ جدیدہ کا نظریہ

آفتاب زمین سے کئی سو گنا بڑا ایک نورانی گولہ ہے جو فضا کے درمیان ساکن معلق ہے۔ اور جس طرح ہماری یہ زمین پہاڑوں، دریاؤں پر مشتمل، ہوا سے محیط، فضا میں معلق ایک ایسا کرہ ہے کہ جس پر رات دن اور مختلف موسموں کی رفت آمد ہے اسی طرح چاند، زہرہ، مریخ وغیرہ سیارے بھی مستقل زمینیں ہیں جن پر رات، دن اور مختلف موسموں کی آمد و رفت رہتی ہے۔ اور ہماری زمین اور بقیہ کُل سیارے آفتاب کے گرد مختلف مسافت پر لٹو کی طرح

دو قسم کی حرکات میں مصروف ہیں۔ اول ان سیاروں (زمینوں) کی وہ حرکت جو وہ اپنے اپنے محور پر گھومتے ہیں جن سے ان کے رات اور دن بدلتے رہتے ہیں۔ دوم وہ حرکت کہ جس سے وہ آفتاب کے گرد چکر لگاتے ہیں اور جس سے ان کے موسم بدلتے ہیں۔

افلاک کوئی اجسام نہیں ہیں بلکہ ان سیاروں کی رفتار سے آفتاب کے گرد جو فضائی لائن پیدا ہوتی ہے۔ اسی وہمی فضائی لائن کو ان سیارات کے افلاک کہتے ہیں۔

ہیئت جدید کے مشہور مؤسسین اور ان کا نظریہ۔

کوبرنیک فرانسیسی (متوفی ۱۵۴۳ء) :- آفتاب ایک نورانی گولہ اپنی جگہ فضا میں قائم ہے اور ہماری یہ زمین دیگر کل سیاروں کے ساتھ مختلف مسافتوں پر آفتاب کے گرد گول چکر میں مصروف ہیں۔

کیپلر جرمنی (متوفی ۱۶۵۰ء) :- اس کا نظریہ کوبرنیک کے نظریہ کے مطابق ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ یہ زمین اور بقیہ سیاروں کو آفتاب کے گرد بیضوی لائنوں پر چکر لگاتے ہوئے ثابت کرتا ہے

غالیلہ اٹالین :- اس حکیم نے کیپلر کی تقلید میں ہیئت

جدید کو انتہائی عروج تک پہنچایا جس کی تقلید تمام مغربی ممالک میں اب تک ہو رہی ہے۔ اور جس کی وجہ سے روزمرہ نئے نئے انکشافات ہو رہے ہیں۔ اور جو ہیئتِ مغربی یا ہیئتِ جدیدہ کے ناموں سے مشہور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:-

آفتاب:- زمین سے کئی سو گنا بڑا ایک نورانی گولہ فضا میں معلق ہے اور زمین معہ تمام سیاروں کے اس کے گرد فضا میں بیضوی لائنوں پر چکر لگاتی ہے۔

نجم فلکان:- آفتاب سے قریب تر ۱۳ ملین دور نجم فلکان واقع ہے جو اپنے محور پر ۱۸ گھنٹہ میں اور آفتاب کے گرد بیس دن میں ایک دورہ پورا کرتا ہے۔

عطارد:- نجم فلکان کے بعد عطارد ہے جو ہماری زمین سے ۱۶ حصے چھوٹا اور آفتاب سے ۳۵ ملین دور اپنے محور پر چوبیس گھنٹہ ۵ منٹ میں اور آفتاب کے گرد اٹھاسی دن میں ایک دورہ پورا کرتا ہے۔

زہرہ:- عطارد کے بعد زہرہ ہے جو ہماری زمین کا

دسواں حصہ ہے، آفتاب سے ٦٦ ملین دُور
اپنے محوّر پر ٢٣ گھنٹہ ٢٢ منٹ میں اور آفتاب
کے گرد ٢٢٥ دن میں ایک دورہ پورا کرتا ہے

ہماری زمین :- زہرہ کے بعد ہماری زمین کا
کرّہ ہے جس کا قطر ٨٠٠٠ میل ہے۔ آفتاب سے
٩٣ ملین میل دُور، اپنے محوّر پر ٢٤ گھنٹہ میں اور
آفتاب کے گرد ٣٦٥ دن میں ایک دورہ پورا
کرتا ہے۔

مرّیخ :- ہماری زمین کے بعد مریخ واقع ہے جو
ہماری زمین سے چھ حصے چھوٹا اور آفتاب سے
١٤٠ ملین میل دُور اپنے محوّر پر چوبیس گھنٹہ ٣٨
منٹ میں، اور آفتاب کے گرد ٦٨٧ دن میں
ایک دَورہ پورا کرتا ہے۔

مشتری :- مریخ کے بعد کرۂ مشتری واقع ہے جو
ہماری زمیں سے ٤٠٠ حصہ بڑا، آفتاب سے
٤٧٦ ملین میل دُور، اپنے محوّر پر دس گھنٹہ میں
اور آفتاب کے گرد بارہ برس میں ایک دَورہ پورا
کرتا ہے۔

زحل :- مشتری کے بعد کرۂ زحل واقع ہے جو

ہماری زمین سے ۷۶۰ گنا بڑا ہے۔ آفتاب سے
۸۷۶ ملین میل دور، اپنے محور پر سوا دس گھنٹہ
میں اور آفتاب کے گرد ۲۹ برس میں ایک دورہ
پورا کرتا ہے۔

ارنواس (یورینس) :- زحل کے بعد کرۂ ارنواس
ہے جو ہماری زمین سے ۷۲ حصہ بڑا ہے،
آفتاب سے ۱۷۵۳ ملین میل دور، اپنے محور
پر دس گھنٹہ میں اور آفتاب کے گرد ۸۴ برس
ایک ہفتہ میں ایک دورہ پورا کرتا ہے۔

نپتون (نیپچون) :- ارنواس کے بعد نپتون
ہے، جو ہماری زمین سے ۴۴ حصہ بڑا ہے۔
آفتاب سے ۲۷۹۵ ملین میل دور ہے۔
اس کا دورِ محوری اب تک معلوم نہیں ہوا۔ آفتاب
کے گرد ۱۴۶ برس ۲۸۵ دن میں ایک دورہ
پورا کرتا ہے۔

(نوٹ) افلاک کے متعلق یہ تفصیلات یقینی نہیں بلکہ
تخمینی ہیں۔ ان میں قدماء کے نظریہ کے ماخذ شرح چغمینی،
سبع شداد اور ان کی شروح ہیں۔ اور متأخرین کا نظریہ زیادہ
تر الهیئة والاسلام سے ماخوذ ہے۔

عنصریات کے متعلق قدماء کی رائے

عنصریات :- وہ حالات جو خاص عناصر اربعہ کے متعلق ہوں۔

وجہ تسمیہ :- عنصر اصل کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ عناصر مرکبات کے اصول ہیں اس لیے ان کو عناصر کہتے ہیں۔

تعداد :- حکمائے قدیم نے اپنے استقراء سے صرف چار عناصر (اصول مرکبات) دریافت کیے ہیں جن کو وہ بسائط عنصریہ کہتے ہیں۔ یعنی زمین، پانی، ہوا، آگ۔

ارض (زمین) :- ثقیل مطلق، طالب مرکز، محیط بمرکز عالم (زمین کا نقطۂ وسطانی)۔ طبیعت، سرد خشک

ماء (پانی) :- ثقیل بہ نسبت ہوا، محیط بزمین۔ طبیعت سرد تر۔

ہواء :- خفیف بہ نسبت پانی، محیط بہ پانی۔ طبیعت، گرم تر۔

نار (آگ) :- خفیف مطلق، محیط بہ ہوا، محاط بہ فلک قمر۔ طبیعت گرم خشک۔

کون وفساد :- یہی عناصر اربعہ اتحادِ ہیولیٰ کی وجہ سے ایک دوسرے کی صورتِ نوعیہ میں بدلتے رہتے ہیں۔ اس تبدیلی کو کون وفساد کہا جاتا ہے

پانی کا زمین ہونا :- آذربائجان کے سیاہ پہاڑ میں ایک چشمے کے پانی کا سیاہ پتھر بننا مشاہدہ کیا گیا ہے۔

زمین کا پانی ہونا :- تیزاب کے ذریعہ سے اجزائے ارضیہ کو پانی کرنا روز کارخانوں میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

پانی کا ہوا ہونا :- تیز آگ پر پانی کا برتن رکھ دیجیے تھوڑی دیر میں سارا پانی بھاپ بن کر ہوا ہو جائے گا

ہوا کا پانی ہونا :- گلاس میں برف ڈال کر تھوڑی دیر کے بعد دیکھیے تو گلاس کی بیرونی سطح سے متصل ہوا پانی بن کر قطروں کی شکل میں نمودار ہو جائے گی۔

ہوا کا آگ ہونا :- لوہار کی بھٹی اور تنور میں نگاہ ڈالیے تو ساری فضا آگ ہی آگ نظر آئے گی۔

کائنات الجو :- زمین و آسمان کے درمیان فضا میں جو چیزیں موجود ہوتی ہیں ان کو کائنات الجو (فضائی کائنات) کہتے ہیں۔ جن میں سے چند چیزوں یہ

کا حال نیچے لکھا جاتا ہے۔

غبار :۔ زمین کے وہ باریک اجزار کہ جو اپنی لطافت کی وجہ سے ہوا میں اُڑ جاتے ہیں (جمع اغبرہ)

بخار :۔ پانی کے اجزار جو حرارت کی وجہ سے بھاپ بن کر ہوا میں اُڑ جاتے ہیں (جمع ابخرہ)

دخان :۔ اجزائے ناریہ جو اجزائے ارضیہ کے ساتھ مل کر ہوا میں اُڑ جاتے ہیں (جمع ادخنہ)

ہوائی طبقات :۔ حکمائے قدیم نے فضار کو چار طبقات پر منقسم کیا ہے۔ غباریہ ۔ زمہریرہ ۔ مجاورہ نار ۔ اور نار ۔

طبقہ غباریہ :۔ زمین سے تقریباً ۴۵ سے ۱۰۰ میل تک طبقہ غباریہ ہے جس میں گرمی، سردی، رات، دن کے پیدا ہونے اور حیوانات کی زندگی گزارنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔

طبقہ زمہریریہ :۔ طبقہ غباریہ کے بعد طبقہ زمہریریہ ہے جو فضائے خالص کا سرد طبقہ ہے جس میں حیوانات زندہ نہیں رہ سکتے۔ اسی طبقہ میں ابخرات بارش، بادل، برف وغیرہ کی صورت اختیار کرتے ہیں۔

طبقۂ مجاورۂ نار :- زمہریریہ کے بعد طبقۂ مجاورۂ نار ہے، جو نار کی مجاورت سے کافی گرم ہے۔ اسی طبقہ میں شہب ناریہ پیدا ہوتے ہیں۔

طبقۂ ناریہ :- سب سے اوپر فلک قمر کے متصل طبقۂ ناریہ ہے جو حرکاتِ افلاک کی رگڑ سے خالص نار کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ نیازک دُم دار تارے اسی طبقہ میں پیدا ہوتے ہیں۔

ابر و باراں :- ابخرات جب طبقۂ زمہریریہ کو پہنچتے ہیں اور خفیف برودت کے لگنے سے مجتمع ہو کر متقاطر ہو جاتے ہیں تو ان کی وہ صورت اجتماعی ابر کی ہے اور متقاطر بارش کی۔

برف :- ابخرات جب اسی طبقۂ باردہ کو پہنچتے ہیں اور کامل اجتماعی صورت سے قبل برودت شدیدہ کے اثر سے ایک ناقص انجمادی صورت اختیار کر لیتے ہیں تو برف بن کر گرتے ہیں۔

برد (اولے) :- جبکہ ابخرات طبقۂ باردہ تک پہنچتے ہیں اور کامل اجتماعی صورت کے بعد شدید برودت کے اثر سے کامل انجمادی صورت اختیار کر لیتے ہیں تو اولے بن کر گرتے ہیں۔

کُہر:- کبھی ابخرات بمقدارِ کثیر فضا میں اُڑتے ہیں اور رات کی برودت کی وجہ سے طبقۂ غباریہ میں بارش خفیف بن کر زمین تک فضا میں ایک دُھواں نظر آنے لگتا ہے۔ اس کو کُہر کہتے ہیں

شبنم:- ابخرات جب بمقدارِ قلیل ہوں تو طبقۂ غباریہ ہی میں رات کی برودت سے بصورت بارش ناقص شبنم بن کر گرتے ہیں۔

پالہ:- ابخرات اگر قلیل ہوں مگر اجتماعی صورت کے بعد رات کی سردی سے ایک ناقص انجمادی صورت اختیار کریں تو ناقص برف کی شکل میں پالہ بن کر گرنے لگتے ہیں۔

قوس قزح:- آفتاب جب افق شرقی یا غربی سے قریب ہو اور اس کے مقابل طرف مرطوب فضا کے آڑ میں پہاڑ یا ابر واقع ہو تو ان میں آفتاب کا عکس نیم دائرے کی صورت میں نظر آنے لگتا ہے جس کو قوس قزح کہتے ہیں۔

شہب:- گندھک والی زمین یا آگ سے ادخنہ کا سلسلہ طبقۂ ناریہ تک پہنچتا ہے تو سلسلۂ بارود کی طرح اس کے اوپر کے سرے پر آگ لگ کر

دوسرے سرے تک سارا سلسلہ مشتعل ہو جاتا ہے
جس کو تارا ٹوٹنا کہتے ہیں۔

رعد و برق :- ابر میں جب سلسلۂ ادخنہ مقید ہو کر نکلنے کے لیے حرکت کرتے ہیں تو ابر کی رگڑ سے اس میں آگ لگتی ہے اور ابر کے پھٹنے سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ یہی آگ برق اور یہی آواز رعد ہے۔

صاعقہ :- ابر میں جب بمقدارِ کثیر غلیظ ادخنہ مقید ہو کر نکلنے کے لیے حرکت کرتے ہیں تو رگڑ کے سبب سے ان میں آگ لگ جاتی ہے جس سے بجلی کی صورت بن کر زمین پر گرتی ہے۔

دُم دار تارے :- جب زیادہ مقدار میں غلیظ ادخنہ طبقۂ ناریہ میں پہنچ کر ان کے ایک سرے پر آگ لگ جاتی ہے تو کثرت و غلظت کی وجہ سے کئی دن تک فضا میں تیر دن، دُم دار تارون وغیرہ مختلف اشکال میں نظر آتے ہیں۔

چشمے :- زمین کے شگافوں میں جب قلیل ابخرات جمع ہو کر زمین کی برودت سے پانی کی شکل اختیار کرنے لگتے ہیں تو زمین کے شگافوں سے چشموں

کی صورت سے بہنے لگتے ہیں۔

زلزلے :- گندھک والی زمین میں جب ابخرہ اور ادخنہ بمقدار کثیر جمع ہو کر نکلنے کے لیے راہ نہیں پاتے تو زمین کو زلزلے میں ڈال کر پھاڑ ڈالتے اور اس کے شگافوں سے آگ یا چشموں کی صورت سے نکل جاتے ہیں۔

مزاج :- جب کسی مرکب میں بسائطِ عنصریہ اس طور سے جمع ہو جائیں کہ ہر ایک کی کیفیت دوسرے کی مخالفانہ کیفیت کی تیزی کو توڑ کر مجموعہ سے ایک نئی اعتدالی کیفیت پیدا ہو جائے تو اس معتدل کیفیت کو مزاج کہتے ہیں۔

اجسام مرکبہ کے خصوصی حالات

تقسیم مرکب :- مرکب کی دو قسمیں ہیں۔ مرکب تام اور مرکب ناقص۔

مرکب ناقص :- بسائطِ عنصریہ اگر اس طور سے جمع ہوں کہ مرکب میں بسائط کی صورِ نوعیہ بدستور قائم ہوں تو اس کو مرکب ناقص کہتے ہیں جن کا وجود عرضی، وقتی اور غیر دیرپا رہتا ہے۔ جیسے کہر اور

شبنم وغیرہ۔

مرکب تام :۔ بسائط عنصریہ جب اس طرح سے جمع ہوں کہ ہر ایک کی کیفیت دوسرے کی مخالفانہ کیفیت کی تیزی توڑکر ایک نئی اعتدالی کیفیت (مزاج) پیدا کریں تو ایسی حالت میں ان بسائط کا ہیولیٰ ان بسائط کی صور نوعیۃ کو چھوڑکر مبدأ فیاض سے ایک نئی صورتِ ترکیبی کے فیضان کے لیے قابل ہوجاتا ہے۔ یہی وہ مرکب تام ہے جس کی وہ نئی صورتِ ترکیبی اس مرکب کی بقا کی محافظ رہتی ہے جو ایک کافی عرصہ تک اس کو باقی رکھتی ہے۔

تعداد :۔ استقرار سے مرکب تام کی تعداد تین تک دریافت ہوئی ہے۔ یعنی معدنیات۔ نباتات۔ اور حیوانات۔

وجہ حصر :۔ مرکب تام میں اگر نمو وحرکت ارادیہ کا ثبوت متحقق نہ ہو تو وہ معدنیات ہیں۔ اگر نمو متحقق ہو مگر ارادہ متحقق نہ ہو تو وہ نباتات ہیں۔ اور اگر نمو وحرکتِ ارادیہ دونوں متحقق ہوں تو وہ حیوانات ہیں۔

موالید ثلثہ :۔ مندرجۂ بالا ہر سہ مرکبات کو موالیدِ ثلثہ

کہتے ہیں جن کے آبا ر حرکاتِ افلاک ہیں۔
اور اُمہات عناصرِ اربعہ اور اُن کے ہیولی۔

معدنیات کی وجہ تسمیہ:۔ عدن کے معنی اقامت و سکون کے ہیں۔ چونکہ یہ بھی زمین میں قائم رہتے ہیں، اس لیے ان کو معدنات کہتے ہیں۔

اصولِ معدنیات:۔ ان کے اصول ادخنہ و ابخرہ ہیں جو زمین میں محبوس رہتے ہیں۔

شفاف معدنیات:۔ زمین میں جب بمقدار قلیل ابخرہ و ادخنہ جمع ہو جائیں اور ادخنہ پر ابخرہ غالب ہوں تو مختلف کیفیات کے ماتحت ان سے بلّور۔ پارہ۔ ہڑتال وغیرہ بنتے ہیں۔

جلنے اور پگھلنے والے معدنیات:۔ زمین میں جب بمقدار قلیل ابخرہ و ادخنہ جمع ہو جائیں اور ابخرہ پر ادخنہ غالب ہوں تو مختلف کیفیات کے ماتحت ان سے نوشادر۔ گندھک وغیرہ بنتے ہیں۔

ہتھوڑے سے نہ ٹوٹنے بلکہ پھیلنے والے:۔ زمین میں جب پارہ اور گندھک جمع ہو جاتے ہیں تو مختلف کیفیات کے ماتحت، ان سے سونا۔ چاندی۔

تانبا۔ جست وغیرہ۔

نباتات (بشمول جملہ حیوانات) کے خصوصی حالات

مرکب تام میں جب اس طرح قابلیت پیدا ہو جاتی ہے کہ جس کی وجہ سے مبدأ فیاض اس پر نفس نباتی کا فیضان کر دیتا ہے تو وہ جسم نامی یا نباتی بن جاتا ہے جو مختلف آلات کے ذریعہ سے تین کام انجام دیتا ہے۔ یعنی اپنی بقاء کے لیے تغذیہ۔ حصول کمال کے لیے تنمیہ۔ اور بقاء نوع کے لیے تولید و تناسل۔

اپنی بقاء کیلیے نباتات کے افعال:۔ جب حرارت غریزیہ یا دیگر عوارض کی وجہ سے ان کے اجزاء تحلیل ہو کر زائل ہو جاتے ہیں تو ان کی خالی جگہ کو پُر کرنے کے لیے قدرت نے ان میں ایک ایسی قوت ودیعت رکھی ہے کہ جو اجنبی اجسام کو اپنے جسم کے ہمجنس و ہم شکل بنا کر ان سے زائل شدہ اجزاء کی خالی جگہ پُر کرتی ہے۔ جس سے وہ جسم بدستور موجود رہتا ہے۔ یہی قوتِ غاذیہ ہے جو چار آلات (جاذبہ۔ ماسکہ۔ ہاضمہ۔ دافعہ) کے ذریعے سے یہ کام انجام دیتی ہے۔

قوۃ جاذبہ :- اس قوت کا کام غذا کو اپنے جسم کی طرف کھینچنا ہے جس کا تجربہ یوں ہو سکتا ہے کہ اگر کسی انسان کو اُلٹا لٹکا کر کھانے کے لیے لقمہ دیں تو یہی قوت لقمے کو اوپر معدے کی طرف کھینچ لے گی۔

قوۃ ماسکہ :- اس قوت کا یہ کام ہے کہ جب جاذبہ غذا کو اپنے مستقر تک کھینچ لیتی ہے تو یہ قوت غذا کو اسی جگہ ہاضمہ کے لیے ٹھیراتی ہے۔

قوۃ ہاضمہ :- اس قوت کا یہ کام ہے کہ اجنبی اجسام (غذا) کی صورِ نوعیہ کو اپنے جسم کی صورتِ نوعیہ میں بدل کر ان سے زائل شدہ اجزاء کی جگہ بھرتی ہے۔

دافعہ :- اس قوت کا یہ کام ہے کہ جب غذا سے ہاضمہ مادہ صالحہ (کیموس) لے لیتی ہے تو یہ قوت بقیہ بے کار فضلات کو باہر پھینک دیتی ہے۔

حصول کمال کے لیے افعال نباتیہ :- اپنے کمال تک پہنچنے کے لیئے قدرت نے ان میں قوت

نمو ودیعت کی ہے۔ جو قوتِ ہاضمہ کی تیزی اور طاقتور
ہونے کا دوسرا نام ہے۔ یعنی قوتِ ہاضمہ اجنبی
اجسام (غذا) کو اپنے جسم کے ہم شکل بنا کر اس کے
ساتھ ضم کرنے میں اتنی طاقت و قوت سے کام
لیتی ہے کہ درآمد برآمد سے زائد رہتی ہے۔ یعنی
نئے اجزاء اتنی کثرت سے پیدا کرتی ہے کہ زائل
شدہ اجزاء کی جگہ پُر کرنے سے بھی اتنے اجزاء
بچتے ہیں کہ جن سے جسم اقطارِ ثلثہ (طول، عرض،
عمق) میں بڑھنے لگتا ہے جس کو نمو کہتے ہیں۔
یہ قوتِ نامیہ ابتداء سے کمال تک پہنچنے میں
مختلف طور سے اپنا فریضہ ادا کرتی ہے۔ مثلاً ابتداءً
میں اس کی درآمد برآمد سے بہت زیادہ رہتی
ہے مگر جیسا جسم اپنے کمال کے قریب ہوتا جاتا ہے
تو اس کی درآمد میں کمی آنے لگتی ہے۔ یہاں تک
کہ کمال کو پہنچنے پر درآمد برآمد کے برابر ہو جاتی
ہے اور پھر درآمد میں کمی شروع ہوتی ہے کیونکہ
قوتِ نامیہ ختم ہو جاتی ہے۔ البتہ قوتِ غاذیہ موت
تک اپنا کام کرتی ہے اور جب وہ بھی عاجز ہوتی
ہے تو موت آتی ہے۔

اس اعتبار سے حکماً تمام اجسام نامیہ کی زندگیوں کے چار مراتب بنا کر ان چاروں مراتب کو بطور تمثیل انسانی زندگی میں حسب ذیل طریقے سے بیان کرتے ہیں۔

(۱) زمانہ نمو (شباب) تقریباً تیس برس تک قوتِ غاذیہ کی درآمد برآمد سے زیادہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے جسم بڑھنے لگتا ہے۔

(۲) زمانہ توقف (کہولت) تقریباً چالیس برس تک قوتِ غاذیہ کی درآمد برآمد سے برابر ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے جسم نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے۔

(۳) زمانہ انحطاط خفی (شیب) تقریباً ساٹھ برس تک درآمد میں برآمد کے نسبت خفیف کمی شروع ہوتی ہے جس کی وجہ سے جسم میں خفیف تنزل شروع ہوتا ہے۔

(۴) زمانہ انحطاط جلی (ہرم) ساٹھ سال کے بعد موت تک برآمد سے درآمد

میں نمایاں کمی شروع ہو جاتی ہے۔
جس کی وجہ سے جسم روز بروز کمزور ہو کر
آخر ختم ہو جاتا ہے۔

بقاءِ نوع کیلیے افعالِ نباتیہ:۔ نباتات (بشمول جملہ حیوانات) میں ان کی بقائے نوعی کے لیے قدرت نے ایک قوتِ مولدہ بھی ودیعت کی ہے۔ اس قوتِ مولدہ کی یہ خصوصیت ہے کہ اپنے جسم کے کسی جزو کو اس قابل بناتی ہے کہ جو اس کی نوع کے دوسرے جسم کی پیدائش کے لیے مبدأ (مادّہ) واقع ہو سکے۔

حیوان (بشمول انسان) کے خصوصی حالات

نفس حیوانی:۔ اجسامِ طبعیہ میں حیوان ایک ایسی قوتِ شعوری سے ممتاز کیا گیا ہے کہ جس سے وہ حرکاتِ اختیاریہ اور ادراکِ جزئیاتِ مادیہ وقوع میں لاتا ہے یہی قوت نفس حیوانی ہے۔ جو مختلف آلات کے ذریعہ سے مندرجہ ذیل ہر دو کام انجام دیتا ہے۔

(۱) ادراک جزئیاتِ مادیہ:۔ اِس

فعل کی ادائیگی کے لیے قدرت نے اس
کو قوت مدرکہ (ظاہریہ و باطنیہ) عطا کی
ہیں۔

مدرکۂ ظاہریہ:۔ پانچ ہیں۔ مدرکہ
باصرہ۔ سامعہ۔ شامہ۔ ذائقہ اور لامسہ

باصرہ:۔ مجمع النور کی وہ قوت ادراکی
جس سے وہ اشکال و الوان کا ادراک
کرلیتی ہے۔ یعنی مقدم الدماغ
سے صلیبی شکل کے جو دو مجوف
پٹھے اس طور سے نکلے ہیں کہ
پیشانی پر منقاطع ہو کر دونوں
آنکھوں تک پہنچے ہیں اور تقاطع
کی جگہ پر دونوں کی تجویف ایک
چوراہے کی شکل سے مشترک ہوگئی
ہے، یہی چوراہا مجمع النور ہے۔
جس کو شعاع بصری کے ذریعہ
جب کسی مرئی صورت پہنچتی ہے
تو یہ قوت اس کی شکل و لون کا
ادراک کرلیتی ہے۔

شامہ:۔ ناک کے سوراخ کے آخر میں سرپستان کی شکل پر ایک لحمہ ہے جس میں قدرت نے یہ قوت ودیعت کی ہے کہ جب کسی رائحہ والی چیز کی بو منتشر ہوا ؤں کے ذریعہ اس لحمہ کو پہنچتی ہے، تو وہ قوت اس رائحہ کو ادراک کر لیتی ہے۔

ذائقہ:۔ سطح زبان اور خصوصًا اس کے سر میں قدرت نے ایک ایسی قوت ودیعت کی ہے کہ جب مُنہ میں کوئی چیز پہنچ جاتی ہے تو لعاب دہن کے ذریعہ اس کا ذائقہ اُس قوت تک پہنچ جاتا ہے جو اس کا ادراک کرتی ہے۔

سامعہ:۔ کان کے سوراخ کی انتہا میں دماغ کے متصل طبلے کی طرح ایک مجوّف پٹھا کھچا ہوا ہے جس میں قدرت نے ایسی قوت ودیعت

کی ہے کہ جب کہیں اجسام کے
تصادم سے آواز پیدا ہو جاتی
ہے تو اس سے ماحول کی ساری
فضا متاثر ہو جاتی ہے۔ یہاں تک
کہ کان کے سوراخ کی ساکن ہوا
بھی اس صدائی تموّج سے متأثر
ہو کر اس پٹھے کو دھکا دیتی ہے
جس کی وجہ سے وہ قوت اس
آواز کو ادراک کر لیتی ہے۔
لامسہ :۔ تقریباً سارے جسم
حیوانی میں قدرت نے ایک ایسی
قوت ودیعت کر رکھی ہے کہ جب
بدن کا کوئی حصہ کسی چیز سے مس
کرتا ہے تو وہ قوت اس چیز کی
سختی، نرمی، سردی اگرمی محسوس
کر لیتی ہے۔
مدرکہ باطنیہ :۔ یہ بھی پانچ ہیں
حس مشترک۔ خیال۔ وہم۔ حافظہ اور
متصرفہ۔

حس مشترک :- جس کو لوح نفس
بھی کہتے ہیں ۔ یہ قوت دماغ کے
بطون سہ گانہ میں سے بطن اول
کے ابتداء میں ودیعت کی گئی ہے
جس کا کام حواس ظاہرہ کی حاصل کردہ
صورتوں کو قبول کرنا ہے ۔ اور اسی
وجہ سے اس کا نام حس مشترک رکھا
گیا ہے ۔ گویا یہ حواس پنجگانہ ظاہرہ
کا مشترک حاسہ ہے ۔ اور حواس
خمسہ ظاہرہ اس کے جاسوس ہیں
جو مادیات کی صورتوں کو لا کر اس
کے سامنے پیش کرتے ہیں اور یہ
ان کو فوراً اپنے خزانۂ خیال
میں ڈال کر جمع کر لیتی ہے ۔

خیال :- یہ قوت دماغ کے بطنِ
اول کے آخری حصے میں ودیعت
کیگئی ہو جسکا کام حسِ مشترک کی صورتوں
کو محفوظ رکھنا ہے ۔ گویا یہ حسِ مشترک
کا خزانہ ہے ۔ وجہ یہ کہ حسِ مشترک کا

ادراکِ حواس ظاہرہ کے احساسات
تک محدود رہتی ہے۔ اور جب حواس
ظاہرہ کے سامنے سے محسوسات
غائب ہو جاتے ہیں تو ان کی صورتیں
حس مشترک سے فوراً اس کے خزانہ
(خیال) میں منتقل ہو کر جمع رہتی ہیں
تاکہ بوقت ضرورت کام آئیں۔

وہم:- یہ قوت اگرچہ سارے
دماغ سے تعلق رکھتی ہے مگر اس کا
زیادہ تر تعلق دماغ کے درمیانی
بطن کے حصۂ آخر کے ساتھ ہے۔
اس قوت کا کام اشیاء محسوسہ کے
اُن باطنی معانی کا ادراک کرنا ہے
کہ جو حواس ظاہرہ سے حاصل نہیں
ہو سکتے۔ مثلاً بکری کو یہ شعور ہونا
کہ شیر، بھیڑیا قابل خوف و نفرت
ہیں۔ اور اس کا بچہ قابل رغبت محبت

حافظہ:- یہ قوت دماغ کے بطن
اخیر (تیسرے) کی ابتدا میں ودیعت

کی گئی ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ
قوت واہمہ جن معانی کا ادراک
کر لیتی ہے تو یہ قوت ان کی حفاظت
کرتی ہے۔ گویا یہ قوت واہمہ کے
مدرکات کا خزانہ ہے۔

متصرفہ:- یہ قوت دماغ کے
درمیانی بطن کی ابتدا میں ودیعت
کی گئی۔ اس کا کام یہ ہے کہ جو اس
ظاہرہ اور باطنہ کے دونوں خزانوں
(خیال و حافظہ) میں جو صورتیں جمع
رہتی ہیں، یہ قوت ان میں سے
بعض کو بعض سے جوڑتی اور بعض کو
بعض سے جدا کرتی ہے۔ مثلاً کبھی
انسان سے اس کا سر جدا کر کے
اس کی جگہ ہاتھی یا بندر کا سر لگا لیتی
ہے اور کبھی انسان کے ساتھ کئی
ہاتھ اور پیر یا دُم لگا دیتی ہے۔

فائدہ:- اس قوت کو جب عقل
اپنے معلومات میں استعمال کرتی ہے

تو اس کو قوت متفکرہ کہتے ہیں اور
جب واہمہ استعمال کرتی ہے تو
قوت متخیلہ کہتے ہیں۔

(۲) حرکات ارادیہ:۔ اس وظیفہ کی ادائگی
کے لیے حیوان میں قوت محرکہ ودیعت کی گئی
ہے جو باعتبار تقسیم کار دو حصوں پر منقسم ہے
(۱) باعثہ۔ (۲) فاعلہ۔

قوۃ باعثہ:۔ یہ قوت دراصل نفس
کا کسی کام کے لیے آمادہ ہونا
ہے۔ جس کا دوسرا نام نفس امارہ ہے

قوۃ فاعلہ:۔ اس قوت کا یہ کام
ہے کہ جب قوت باعثہ کسی کام پر
آمادہ ہوتی ہے تو وہ اس قوت
کو حکم دیتی ہے اور چونکہ اس قوت
کو دماغی اور جملہ جسمانی اعصاب یعنی
پٹھوں سے خاص تعلق ہے اس لیے
یہ قوت اعصاب جسمانی کی مدد سے
جسم کو مطلوب فعل کے حصول کے
لیے حرکت میں لاتی ہے۔

فائدہ :- قوتِ باعثہ اگر فاعلہ کو حصولِ لذت کی غرض سے (خواہ واقع میں وہ مفید ہو یا مضر) تحریک پر آمادہ کرتی ہو تو اس کو قوتِ شہویہ کہتے ہیں اور اگر بغرض حصولِ غلبہ و مدافعتِ امرِ مضر (خواہ وہ فی الواقع مفید ہو یا مضر) حرکت پر آمادہ کرے تو اس کو قوتِ غضبیہ کہتے ہیں۔

انسان کے خصوصی حالات

انسان :- اجسامِ طبعیہ میں انسان ایک ایسی قوت ادراکیہ سے ممتاز کیا گیا ہے کہ جس کے ذریعہ سے وہ کلیات اور جزئیاتِ مجردہ کو ادراک کر لیتا ہے اور غور و تدبر سے افعالِ فکریہ عمل میں لاتا ہے۔ یہی قوتِ ادراکیہ نفسِ ناطقہ ہے جو انسان کی فصلِ ممیز اور کمالِ ذاتی ہے۔

نفسِ ناطقہ :- اس قوت کا مخصوص کام یہ ہے کہ پہلے اشیاء کو تصورات و تصدیقات کے ذریعہ

سے حاصل کرتی ہے۔ پھر غور و تدبر سے اس کے مطابق مناسب اعمالِ فکریہ عمل میں لاتی ہے۔ اس کام کے لیے اس کو دو قوتیں (عاقلہ و عاملہ) دی گئی ہیں۔

قوۃ عاقلہ:- یہ انسان کی وہ قوت مجردہ مدرکہ ہے جس کے ذریعہ سے انسان امورِ تصوریہ و تصدیقیہ کو ادراک کر لیتا ہے۔ جس کو قوتِ نظریہ بھی کہتے ہیں۔

قوۃ عاملہ:- یہ قوت انسانی بدن کو انہی افعالِ جزئیہ پر لگاتی ہے کہ جن کے متعلق پہلے اس کی قوتِ نظریہ فکر و تدبر سے فیصلہ کر لیتی ہے۔

تشریح:- مثلاً کسی دُنیوی نفع کے حصول کے لیے سفر کرنے کے متعلق قوتِ عاقلہ جب فکر و تدبر کے بعد فیصلہ کرتی ہے تو یہی قوتِ عاملہ جسمِ انسانی کو عملاً اس سفر پر لگاتی ہے۔

مراتب نفس ناطقہ:- قوتِ عاقلہ کے اعتبار سے نفسِ ناطقہ کے چار مراتب ہیں۔ عقلِ ہیولانی

عقل بالملکہ۔ عقل بالفعل اور عقل مطلق۔

عقل ہیولانی :۔ یہ نفس ناطقہ کی اس حالت کا نام ہے کہ جو پیدائش کے لمحۂ اوّلی میں اس کو حاصل ہوتی ہے جہاں وہ ہیولی کی طرح معقولات کے لیے محض استعداد رکھتا ہے۔ مگر بالفعل ہر قسم کے معقولات سے خالی رہتا ہے۔

عقل بالملکہ :۔ یہ نفس ناطقہ کی اس حالت کا نام ہے کہ جو لمحۂ پیدائش سے کچھ بعد اس کو حاصل ہوتی ہے جہاں کچھ محسوسات کی معاونت سے اس کو معقولات بدیہیہ بالفعل اور نظریات کے لیے قریبی استعداد حاصل ہو جاتی ہے۔

عقل بالفعل :۔ اس مرتبہ میں نفس ناطقہ کے لیے معقولات بدیہیہ و نظریہ دونوں بالفعل حاصل ہو جاتے ہیں مگر ذہول کی وجہ سے مستحضر نہیں رہتے۔

عقل مطلق :۔ یہ نفس ناطقہ کی اس حالت کا نام ہے جس میں اس کی قوت عاقلہ انتہاء کمال

کو پہنچتی ہے جہاں ہر قسم کے معقولات حاصل
ہونے کے ساتھ اس کے سامنے مستحضر بھی
رہتے ہیں۔

الٰہیات کے خصوصی حالات

تمہید:۔ الٰہیات کے متعلق ضروری اصطلاحات تم
مقدمہ میں پڑھ چکے ہو۔ یہاں کتابی ترتیب کے
لحاظ سے بقیہ ضروری اصطلاحات لکھے جاتے
ہیں تاکہ فن سے واقفیت کے ساتھ دیگر فنون
میں بھی تمھارے لیے معاون ثابت ہوں۔

تعریف:۔ مقدمہ میں پڑھ چکے ہو کہ جو موجودات
اپنے ہر دو وجودات (ذہنی و خارجی) میں کسی
خاص مادے کے محتاج نہ ہوں تو ان کے حالات
سے بحث کرنے کو علم الٰہی یا حکمتِ الٰہی کہتے ہیں۔

تقسیم:۔ یہ موجودات کسی مادے کے محتاج نہ
ہونے کے ساتھ اگر کسی مادے کے مقارن بھی
نہ ہو سکیں تو ان کی بحث کو الٰہی بالمعنی الاخص۔ علم
اعلیٰ۔ اور فلسفۂ اولیٰ کہتے ہیں۔ اور اگر بلا احتیاج
کبھی مقارن مادہ بھی ہو سکیں تو ان کی بحث کو الٰہی

بالمعنی الاعم کہتے ہیں۔ مگر یہاں الہیات سے وہ عام
معنی مراد ہیں جو ہر دو قسموں کو شامل ہیں۔ جن میں
امور عامہ، واجب اور ممکن سب کے حالات
بیان کیے جاتے ہیں۔

امور عامہ :- یہاں امور عامہ سے وہ مباحث
مراد ہیں کہ جو واجب۔ جوہر۔ عرض میں سے کسی
ایک کے ساتھ مخصوص ہوں بلکہ یا تینوں میں پائے
جاتے ہوں۔ جیسے وجود۔ وحدت یا کم از کم دو
میں جیسے کثرت۔ امکان وغیرہ۔

کلی :- کلی کوئی واحد بالعدد (بالشخص) چیز نہیں ہے۔
کیونکہ وہ اپنے مختلف الاوصاف افراد پر صادق
آتی ہے تو ایسی حالت میں لازم آئے گا کہ ایک
واحد بالشخص شے آن واحد میں صفات متضادہ
(مثلاً سیاہی وسفیدی) کے ساتھ موصوف ہو جو
ایک امر محال ہے۔ بلکہ وہ ایک ایسے مبہم، عام
(لابشرط شے) معنی ہیں کہ جو کسی قید وتشخص سے
مقید نہ ہونے کے باوجود ہر قید وتشخص کے ساتھ
موجود ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اور یہی وجہ
ہے کہ وہ اپنے مختلف کثیر افراد پر صادق آئے

کی صلاحیت رکھتی ہے۔

جزئی :۔ یہ جزئی اگرچہ ذاتاً وہی کلی ہے مگر چونکہ اس کے ساتھ عوارض مشخصہ خارجیہ کا اعتبار کیا جاتا ہے اس لیے اس مخصوص تشخص کی وجہ سے وہ افراد کثیرہ پر صادق آنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

وحدت وکثرت

واحد۔ اس کو کہتے ہیں کہ جس جہت سے اس کو وحدت عارض ہو اُس جہت سے وہ قسمت وکثرت کا قابل نہ ہو۔

تقسیم :۔ یہ واحد کبھی تو حقیقی ہوتا ہے جو کسی قسمت وکثرت کو قبول نہیں کرتا۔ جیسے نقطہ۔ اور کبھی فی نفسہ قابلِ کثرت ہوتا ہے۔ مگر کسی جہتِ واحدہ کے عروض سے اس پر واحد کا اطلاق کیا جاتا ہے جس کی مندرجہ ذیل چند قسمیں ہیں :۔

(۱) واحد بالجنس :۔ دو چیزوں کا ہم جنس ہوتا۔ جیسے انسان و فرس کہ ایک جنس یعنی

حیوانیت میں متحد ہیں۔

(۲) واحد بالنوع :- دو چیزوں کا ہم نوع ہونا جیسے زید و عمرو، کہ ایک نوع یعنی انسانیت میں متحد ہیں۔

(۳) واحد بالموضوع :- دو چیزوں کا ایک ہی موضوع پر حمل ہونا۔ جیسے ضاحک اور کاتب ایک ہی انسان پر حمل ہوتے ہیں۔

(۴) واحد بالمحمول :- دو چیزوں کا ایک محمول میں متحد ہونا۔ جیسے چونہ اور برف ابیض میں متحد ہیں۔

(۵) واحد بالعدد :- یہ وحدت کبھی تو حقیقی ہوتی ہے جو کسی قسمت کو قبول نہیں کرتی۔ جیسے نقطہ۔ اور کبھی بوجہ اتصال اس کو وحدت عارض ہوتی ہے۔ جیسے حوض کے پانی کو بوجہ اتصال، وحدت عارض ہوتی ہے۔ اور کبھی بوجہ ترکیب اس کو وحدت عارض ہوتی ہے۔ جیسے دیوار کو بوجہ ترکیب وحدت عارض ہوتی ہے۔

کثرة :- کثرت کا اطلاق وحدت کے مقابل پہ آتا ہے۔ مثلاً جن اشیاء کی جنس ایک نہ ہو وہ کثیر بالجنس ہیں اور جن کی نوع ایک نہ ہو وہ کثیر بالنوع اسی پر بقیہ اقسام کو قیاس کیجیے۔

فائدہ :- وحدت و کثرت میں نسبتِ تقابل کی مناسبت سے یہاں متقابلین اور ان کے اقسام بیان کیے جاتے ہیں :-

متقابلین :- وہ دو چیزیں ہیں کہ جو ایک جہت سے ایک محل میں جمع نہ ہو سکیں۔

ضدین :- وہ دو وجودی متقابلین کہ جن میں ایک کا تعقل دوسرے پر موقوف نہ ہو۔ جیسے سواد و بیاض۔

متضائفین :- وہ دو وجودی متقابلین کہ جن میں ہر ایک کا تعقل دوسرے پر موقوف ہو۔ جیسے اُبوّت و بنوّت۔

عدم بالملکة :- وہ دو متقابلین کہ جن میں ایک وجودی ہو اور دوسرا عدمی۔ لیکن عدمی میں وجودی کی صلاحیت ملحوظ ہو۔ جیسے اعمیٰ و بصیر کہ اعمیٰ میں بصارت کی صلاحیت ملحوظ

ہوتی ہے۔

ایجاب و سلب :- وہ متقابلین کہ جن میں ایک وجودی ہو دوسرا عدمی اور عدمی میں وجودی کے لیے صلاحیت ملحوظ نہ ہو۔ جیسے انسانیت و عدمِ انسانیت۔

تقدم و تاخر :- وحدت و کثرت کی طرح تقدم و تاخر میں بھی نسبتِ تقابلِ تضائف ہے۔

تقسیم :- پس جس طرح تقدم کی پانچ قسمیں ہیں ویسی ہی تاخر کی بھی پانچ قسمیں ہوں گی :-

تقدم بالزمان :- جس میں مقدم کا زمانہ مؤخر سے پہلے ہو۔ جیسے موسیٰؑ کا تقدم عیسیٰؑ پر۔

تقدم بالطبع :- جس میں مقدم مؤخر کا موقوف علیہ ہو مگر علتِ تامّہ نہ ہو۔ جیسے تقدمِ وضو نماز پر یا تصور کا تقدم تصدیق پر۔

تقدم بالشرف :- جس میں مقدم مؤخر سے اشرف ہو۔ جیسے تقدم ابوبکرؓ عمرؓ پر۔

تقدم بالرتبہ:- جس میں مقدم کسی مخصوص مبدأ سے موخر کی بہ نسبت زیادہ قریب ہو۔ جیسے امام کا مقتدیوں کی بہ نسبت محراب سے زیادہ قریب ہونا۔

تقدم بالعلیۃ:- جس میں مقدم موخر کے لیے علت موثرہ ہو۔ جیسے تقدم حرکت ید کا قلم اور مفتاح کی حرکت پر۔

قدیم و حادث

قدیم بالذات:- جس کا وجود بوجہ واجب الوجود ہونے کے لذاتہ ہو۔ یعنی غیر کا محتاج نہ ہو۔ یہ قسم قدیم صرف ایک ہی ذات الٰہی میں منحصر ہے۔

قدیم بالزمان:- جس کے زمانہ وجود سے پہلے زمانہ نہ ہو۔ جیسے افلاک۔ عقول وغیرہ۔

حادث بالذات:- جس کا وجود بوجہ امکان کے ذاتی نہ ہو۔ بلکہ غیر کا محتاج ہو۔ جیسے جملہ ممکنات

حادث بالزمان:- جس کے زمانہ وجود سے پہلے بھی زمانہ موجود ہو۔ جیسے جملہ اجسام مرکبہ۔

فائدہ:- ہر حادث زمانی کے وجود سے قبل اس کے مادے اور زمانے کا وجود ضروری ہے۔ زمانے کا وجود تو اس لیے ضروری ہے کہ حادث بالزمان سے قبل زمانے کا وجود ضروری ہے۔ اور مادے کا وجود اس لیے ضروری ہے کہ وہ حادث اپنے وجود سے پہلے بھی ممکن ہوگا اور امکان ایک ایسی وجودی صفت ہے کہ کسی چیز کے ساتھ قیام چاہتی ہے۔ اور جبکہ وہ حادث خود موجود نہ ہو تو اس سے قبل اس کا مادہ ضرور موجود ہونا چاہیے تاکہ اس کا امکان اسی کے ساتھ قائم رہے۔

علت و معلول

علۃ:- جس کا وجود وجودِ معلول کا باعث ہو جس کی چار قسمیں ہیں۔ مادی۔ صوری۔ فاعلی۔ غائی۔

علۃ مادی:- معلول کا وہ جز یا اجزا کہ جن سے معلول بالفعل موجود نہ ہو۔ جیسے کیچڑ کوزے کے لیے۔ یا قطعات خشب میز کرسی کے لیے

علۃ صوری:- معلول کا وہ جز کہ جس سے معلول بالفعل موجود ہو۔ جیسے صورتِ ترکیبی کوزے

میز، کرسی کے لیے۔

علۃ فاعلی:۔ جس کے تاثر سے معلول موجود ہو۔ جیسے کمہار کوزے کے لیے اور بنجار میز کرسی کے لیے

علۃ غائی:۔ وہ غرض کہ جس کے لیے معلول موجود کیا گیا ہو۔ جیسے وضو کوزے کے لیے۔ بیٹھنا لکھنا میز کرسی کے لیے:

فوائد:۔

(۱) علتِ غائی معلول کے لیے وجودِ ذہنی کے لحاظ سے علت ہے۔ ورنہ وجودِ خارجی میں تو معلول سے بھی متاخر ہے۔

(۲) علتِ تامہ کی موجودگی پر معلول کا وجود ضروری ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ کہ علتِ تامہ اُن مجموعہ امور کو کہتے ہیں کہ جن کے وجود کو معلول کی موجود بننے میں دخل ہو۔ اب اگر علتِ تامہ موجود ہو اور معلول موجود نہ ہو تو معلوم ہوگا کہ معلول کی موجودگی کے لیے کسی علت کی کمی ہے جس کے بغیر علت کو علتِ تامہ کہنا غلط تھا۔ لہٰذا علتِ تامہ کی موجودگی

پر معلول کا وجود ممکن بالذات واجب بالغیر (بالعلت) ہو گا۔

(۳) علت فاعلی اگر بہر حیثیت بسیط واحد حقیقی ہو تو اس سے ایک سے زائد معلول صادر نہ ہو سکیں گے۔ کیونکہ اس کی ایک معلول میں اثر کرنے کی حیثیت دوسرے معلول میں اثر کرنے کی حیثیت سے مغائر ہو گی۔ اور یہ مغائرت فی الجملہ اس کی ذات میں کثرت و قسمت پیدا کرنے کا باعث ہو گی جو ایک بسیطِ حقیقی کی شان کے منافی ہے۔

جوہر و عرض

واجب الوجود (اللہ) کے سوا کل ممکنات کی دو ہی قسمیں ہیں۔ جوہر اور عرض۔

جوھر :۔ وہ موجود جو قائم بذاتہ ہو۔ یا وہ موجود کہ جس کی شانِ وجودِ خارجی موجودیت لا فی موضوع ہو۔

عرض :۔ وہ موجود جو قائم بغیرہ ہو یا جس کی شان

وجود خارجی موجودیت فی موضوع ہو۔

تشریح:۔ اگر کوئی موجود دوسرے موجود کے ساتھ ایسی خصوصیت اور ایسا تعلق رکھتا ہو کہ ان میں سے ایک دوسرے میں ساری ہو کر حال ہو اور دوسرا محل تو ایسی صورت میں اگر محل اپنے حال کی طرف محتاج ہو تو حال کو صورتِ جسمی اور محل کو ہیولیٰ اور ان دونوں سے مرکب کو جسمِ طبعی کہتے ہیں۔

اور اگر ان میں سے حال اپنے محل کی طرف محتاج ہو تو حال کو عرض اور محل کو موضوع کہتے ہیں۔ جیسے حبشی کی سیاہی۔

اور اگر وہ موجود نہ کسی کا حال ہو، نہ کسی کا محل تو پھر اگر مادیات سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھتا ہو تو ان کو عقولِ مجردہ کہتے ہیں۔

اور اگر مادیات سے ایسا تعلق رکھتا ہو جیسے پادشاہ اپنی رعایا سے تدبیر و تصرف کا تعلق رکھتا ہے تو ان کو نفوسِ انسانی یا نفوسِ فلکی کہتے ہیں

اس تشریح سے تم کو اتنا یاد رکھنا چاہیے کہ ان میں صرف ایک عرض ہے جس کی نو قسمیں ابھی بیان

کی جائیں گی۔ اور باقی پانچ قسمیں (صورت جسمی۔ ہیولیٰ۔ جسم طبعی۔ عقول۔ نفوس) جوہر کی ہیں جن کی تعریفیں نیچے لکھی جاتی ہیں :-

صورۃ جسمی :- جسم طبعی کا وہ جزء جوہری جو بالذات متصل قابلِ ابعادِ ثلثہ اور ہیولیٰ میں حال ہوتا ہے۔

ہیولیٰ :- جسم طبعی کا وہ جزء جوہری جو محض قابل اور صورتِ جسمی کا محل ہوتا ہے۔

جسم طبعی :- یہ تمام اجسام جوہریہ جو ہیولیٰ اور صورت سے مرکب اور قابلِ ابعاد ثلثہ ہیں۔

عقول :- یہ ایسے جواہر مجردہ ہیں کہ جو نہ اجسام میں حال ہیں نہ ان سے تدبیر و تصرف کا تعلق رکھتے ہیں۔

اقسام عرض :- نو ہیں۔ کم۔ کیف۔ این۔ متیٰ۔ اضافت۔ ملک۔ وضع۔ فعل۔ انفعال۔

کم :- وہ عرض ہے کہ جو بالذات کمی بیشی کو قبول کرتا ہے۔ جس کی دو قسمیں ہیں کم متصل اور کم منفصل۔

کم متصل :- وہ کم کہ جس کے اجزائے

فرضیہ میں حد مشترک پایا جائے۔
جیسے خط۔ سطح۔ نقطہ۔ [1]

کم منفصل:۔ وہ کم کہ جس کے اجزائے
فرضیہ میں حد مشترک نہ پایا جائے۔
جیسے مراتب اعداد۔

کیف[2]:۔ وہ عرض ہے کہ ذاتاً نہ قسمت کو
قبول کرتا ہو نہ نسبت کو۔ جیسے نمک کی ترشی
اور شہد کی شیرینی۔

این[3]:۔ یہ اجسام کی وہ ہیئت ہے کہ جو حصول
فی المکان کی وجہ سے ان کو حاصل ہوتی ہے۔

متیٰ[4]:۔ یہ اشیاء کی وہ ہیئت ہے کہ جو حصول
فی الزمان کی وجہ سے ان کو حاصل ہوتی ہے۔

اضافۃ[5]:۔ دو چیزوں میں وہ نسبت مکررہ کہ
جس کی وجہ سے ہر ایک کا تعقل دوسرے
پر موقوف ہو۔ جیسے اُبوۃ اور بُنوۃ

ملک[6]:۔ اجسام کی وہ ہیئت کہ جو کسی چیز کے
احاطہ سے ان کو حاصل ہوتی ہے جیسے

---

[1] دیکھو مبادی نایم الاجسام ۱۲ منہ

انسان کی وہ ہیئت کہ جو قمیص یا صافہ کے پہننے سے اس کو حاصل ہوتی ہے۔

وضع :- اجسام کی وہ ہیئت کہ جو ان کو باعتبار نسبتِ بعض اجزاء بعض کو اور باعتبار نسبت بعض اجزاء امور خارجیہ کو حاصل ہوتی ہے جیسے انسان کی نشست و برخاست و رفتار کی صورت میں جو اس کو مخصوص ہیئت حاصل ہوتی ہے۔

فعل :- فاعل کی وہ خاص ہیئت جو منفعل میں اثر کرنے کے وقت اس کو حاصل ہوتی ہے۔

انفعال :- منفعل کی وہ خاص ہیئت کہ جو فاعل کے اثر کو قبول کرنے کے وقت اس کو حاصل ہوتی ہے۔

فائدہ :- یہ ایک جوہر اور نو اقسام عرض کو ملاکر مقولاتِ عشریا اجناس عالیہ کہلاتے ہیں۔

ابتدائے آفرینش سے لے کر اب تک جب ہم انسانی طرز زندگی پر غور کرتے ہیں تو ہم کو صاف نظر آنے لگتا ہے کہ ہر زمانے میں انسان اپنی خوراک پوشاک، تعلیم، تمدن، غرض زندگی کے ہر ایک شعبے میں ایک نئی انقلابی کیفیت سے اپنی زندگی گزارتا ہوا چلا آیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اس کا شعبۂ تعلیمات بھی اس انقلابی کیفیت سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اور نصاب تعلیم کی وہ کتابیں، حواشی اور شروح جو آج سے پچاس سال قبل طلبہ ان کو اپنا سرمایۂ حیات سمجھ کر جان سے زیادہ عزیز جانتے تھے وہ آج الماریوں میں دیمک اور کیڑوں کی نذر ہو رہی ہیں۔ اور اگر چندے یہ حالت اور قائم رہی تو وہ دن دور نہیں کہ قدیم نصاب تعلیم کا نام و نشان ہی باقی نہ رہے گا۔ یا دورۂ حدیث کی طرح ان کے دورے میں حاضری کو طلبہ اپنی سند فاضلیت کا انتہائی کمال تصور کرنے لگیں گے۔

چونکہ میری ساری زندگی تعلیمی سلسلہ میں گذری ہے

اس لیے یہ حالت دیکھ کر مدت سے یہ تمنا رہی کہ فنون مشکلہ میں ابتدائی مدارج کے لیے تالیفات کا ایک آسان سلسلہ تیار کروں تاکہ زیادہ نہیں تو ابتدا ہی میں طلبہ ان فنون کی اصطلاحات سے واقفیت پیدا کر سکیں پھر اگر شوق ہو تو اعلیٰ تعلیم کو بھی با آسانی حاصل کر سکیں گے ورنہ ان فنون سے کلیتہً محروم تو نہ رہیں گے۔

چنانچہ اس سلسلہ میں سب سے پہلے "معین المنطق" حصہ اول۔ اور پھر حصہ دوم شائع کیا۔ جن پر ماہرین تعلیمات اور جرائد نے بہترین ریویوز لکھے۔ اس کے بعد طباعت کی انتہائی مشکلات کے زمانے میں "معین الفرائض" شائع ہوئی جو قدر دانوں نے ہاتھوں ہاتھ خرید ی۔ اور اب "معین العقائد" اور "معین الحکمۃ" قدر دانوں کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اور جیسا کہ کتاب کے دیباچہ میں عرض کر چکا ہوں کہ اس فن کی ترتیب مضامین پر غور و خوض کے بعد یہی مناسب خیال کیا گیا کہ کتاب کے دو حصے کیے جائیں۔ مبادی و مقاصد۔ چنانچہ یہ حصہ مبادی پیش کیا گیا ہے اور مقاصد کے لیے موفق حقیقی جب توفیق دیگا تو وہ بھی پیش کیا جائے گا۔ ورنہ اسی کے پڑھ لینے سے طلبہ میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے گی کہ

ہدایۃ الحکمۃ، ہدیہ سعیدیہ، میبذی بآسانی پڑھ سکیں گے۔

ابتدائی نصاب تعلیم کے لیے جس مختصر آسان کورس کو میں تیار کرنا چاہتا تھا اس میں سب سے بڑا مانع یہ تھا کہ اِن چار فنون میں میرے معیار کے مطابق کوئی کتاب موجود نہ تھی۔ چنانچہ بفضلہ تعالےٰ اِن فنون اربعہ میں یہ کتابیں شائع ہو گئیں۔

اِن کے سوا بقیہ فنون میں ہر قسم کی کتابیں مل سکتی ہیں۔ اور اب میں اس قابل ہو گیا ہوں کہ ابتدائی تعلیم کے لیے مدارس اسلامیہ کے سامنے ایک مختصر آسان کورس تیار کر کے رکھ دوں۔ مگر اِس میں اگر کچھ تاخیر بھی ہو جائے تو ماہرین تعلیم کے لیے یہ کام آسان ہو گیا کہ وہ مقامی خصوصیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اِن کے ساتھ دیگر فنوں کی جو جو کتابیں زیادہ مفید تصور فرمائیں ان کو ملا کر اپنے لیے ایک مفید کورس تیار فرما لیں۔

سلسلۂ تسہیلات معینی کی نشر و اشاعت کے لیے میں کتب فروشوں، مدارس اسلامیہ، اور دیگر تعلیمی اداروں اور اہل خیر کی معاونت کا محتاج ہوں، اِس لیے اس سلسلہ میں جن حضرات سے اس میں جس قسم

کی بھی اعانت ممکن ہو اس سے دریغ نہ فرمائیں۔ کیونکہ یہ سلسلہ تعلیماتِ اسلامیہ سے واقفیت کے لیے بہترین ذریعہ ہے۔ اور جو حضرات اس سلسلہ سے استفادہ کریں ان کا اخلاقی فریضہ ہے کہ میری فلاحِ دارین کے لیے دعا کریں۔ فقط۔

خاکسار
(مفتی) محمود حسن غفرلہٗ